



نام کتاب : تیسیر الکرم الرحمن فی تفسیر الکلام المنان المعروف بتفسیر سعدی

(پارہ ۱۰)

مؤلف : فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق : عبدالرحمن بن معلّٰی اللویحی حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن : حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمہ تفسیر : پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

ناشر : دار السلام

پا رة نمبر دس 10

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۸	سورة الأنفال (جاری)	989	۹ - ۱۰
۹	سورة التوبة	1011	۱۰ - ۱۱

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

اور جان لو تم کہ جو غنیمت حاصل کرو تم کسی چیز سے تو بیشک اللہ کے لیے ہے پانچواں حصہ اس کا اور رسول کے لیے اور رشتے داروں
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَىٰ
اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور (ساتھ) اس کے جو اتارا ہم نے اوپر
عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجُغَيْنِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۱﴾

اپنے بندے کے دن فیصلے کے جس دن کہ ملیں دو جماعتیں اور اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○
إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالزَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ
جس وقت کہ تھے تم قریب کے کنارے پر اور وہ (تمہارے دشمن) تھے دور کے کنارے پر اور قافلہ نیچے کی جانب تھا تم سے
وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لِاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۚ وَلَكِنَّ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا
اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور اختلاف کرتے تم وقت (مقرر کرنے) میں لیکن (اللہ نے یوں ہی جمع کر دیا) تاکہ پورا کرے اللہ اس کام کو

كَانَ مَفْعُولًا ۚ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيْنَتٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ

کہ تھا وہ کیا ہوا تاکہ ہلاک ہو جو ہلاک ہو دلیل سے (حجت قائم ہونے کے بعد) اور زندہ رہے جو زندہ رہے

عَن بَيْنَتٍ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾

دلیل سے (حق پہچان کر) اور بیشک اللہ سنتا جانتا ہے ○

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور جان رکھو کہ تم مال غنیمت سے جو کچھ حاصل کرو۔ یعنی کفار کا جو مال
تم فتح یاب ہو کر حق کے ساتھ حاصل کرو خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ﴿فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ تو اس میں سے پانچواں
حصہ اللہ کے لیے ہے۔ اور باقی تمہارے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غنیمت کی اضافت ان کی طرف کی ہے اور
اس میں سے پانچواں حصہ نکال دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانچواں حصہ نکال کر باقی ان میں اسی طرح
تقسیم کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تقسیم فرمایا تھا۔۔۔ یعنی پیادے کے لیے ایک حصہ اور سوار کے
لیے دو حصے ایک حصہ خود اس کے لیے اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کے لیے ①۔ رہا خمس تو اس کو پانچ حصوں میں
تقسیم کیا جائے ان میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے مختص ہے جو کسی تعین کے بغیر عام
مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اللہ اور رسول ﷺ کا حصہ قرار دیا ہے اور اللہ

① لیکن حدیث سے سوار کے لیے تین حصے ثابت ہوتے ہیں دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ خود اس کے لیے۔

﴿إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلصَّاحِبِ سَهْمًا﴾ (صحیح بخاری، الجہاد والسير، باب

سہام الفرس، حدیث: ۲۸۶۳، ۴۲۲۸) (ص۔ ی)

اور اس کا رسول ﷺ اس سے بے نیاز ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حصہ درحقیقت بندگان الہی کے لیے ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف متعین نہیں فرمائے اس لئے واضح ہوا کہ اس کو مصالح عامہ میں صرف کیا جائے گا۔

خمس کا دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے ہے اور یہاں ذوالقربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ ذوالقربیٰ کی طرف اس کی اضافت اس امر کی دلیل ہے کہ اس حکم کی علت مجرد قرابت ہے جس میں ان کے مال دار اور محتاج مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔

خمس کا تیسرا حصہ یتیموں کے لیے ہے جن کے باپ فوت ہو چکے ہیں اور خود وہ بہت کمسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کی بناء پر ان کے لیے خمس کا پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے، کیونکہ وہ خود اپنے مصالح کی دیکھ بھال کرنے سے عاجز ہیں اور وہ کسی ایسی ہستی سے بھی محروم ہیں جو ان کے مصالح کا انتظام کرے۔

خمس کا چوتھا حصہ مساکین یعنی چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں میں سے محتاج اور تنگ دستوں کے لیے ہے۔

خمس کا آخری حصہ مسافروں کی بہبود کے لیے ہے۔ (ابن السبیل) سے مراد وہ غریب الوطن شخص ہے جو اپنے وطن سے کٹ کر رہ گیا ہو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ان مذکورہ مصارف سے باہر خرچ نہ کیا جائے۔ البتہ یہ لازم نہیں کہ ان اصناف مذکورہ میں برابر برابر تقسیم کیا جائے بلکہ مصالح کے مطابق ان کے درمیان اس مال کو تقسیم کیا جائے گا۔۔۔ یہی رائے زیادہ قرین صواب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خمس کو اس طریقے سے خرچ کرنا ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ﴾ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر فیصلے کے دن، (یوم الفرقان) سے مراد یوم بدر ہے جس کے ذریعے سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق اور باطل میں فیصلہ کیا۔ حق کو غالب کیا اور باطل کا بطلان ظاہر کیا۔ ﴿يَوْمَ التَّلَاقِ الْجَمْعَيْنِ﴾ جس دن بھڑگئیں دونوں فوجیں، یعنی مسلمانوں کے گروہ اور کفار کے گروہ کی ٹڈبھیڑ ہوئی۔۔۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ایمان رکھتے ہو جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر بدر کے روز نازل فرمایا، جس سے ایسے دلائل اور براہین حاصل ہوئے جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے ﴿وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی جو کوئی اللہ کا مقابلہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی غالب آتا ہے۔

﴿إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا﴾ جس وقت تم قریب کے ناکے پر تھے، یعنی جب تم مدینہ سے قریب ترین وادی میں تھے۔ ﴿وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى﴾ اور وہ (کفار) مدینہ سے بعید ترین وادی میں تھے، اللہ تعالیٰ نے تم دونوں گروہوں کو ایک ہی وادی میں جمع کر دیا ﴿وَالزَّكْبُ﴾ اور قافلہ، یعنی وہ تجارتی قافلہ جس کے تعاقب میں تم نکلے

تھے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ کچھ اور ہی تھا ﴿أَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”تم سے نیچے کی طرف تھا“ یعنی وہ ساحل کے ساتھ ساتھ تھا۔ ﴿وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ﴾ ”اور اگر تم آپس میں قرار داد کر لیتے“ اگر تم نے اور کفار نے اس حال میں اور اس وصف کے ساتھ ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہوتا ﴿لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ﴾ ”تو نہ پہنچتے وعدے پر ایک ساتھ“ یعنی مقررہ میعاد میں تقدیم و تاخیر یا جگہ کے انتخاب وغیرہ میں کسی عارضہ کی بنا پر تم میں اختلاف واقع ہو جاتا جو تمہیں میعاد مقررہ پر پہنچنے سے روک دیتا۔ ﴿وَلَكِنْ﴾ ”اور لیکن“ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس حال میں اکٹھا کر دیا۔ ﴿لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ ”تاکہ اللہ اس امر کو پورا کرے (جو روز ازل سے مقرر ہے) جس کا واقع ہونا لابدی ہے۔“ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ ”تاکہ مرے جس کو مرنا ہے دلیل کے واضح ہونے کے بعد“ تاکہ معاند حق کے خلاف حجت اور دلیل قائم ہو جائے، کہ اگر وہ کفر اختیار کرے تو پوری بصیرت کے ساتھ اختیار کرے اور اس کے بطلان کا اسے پورا یقین ہو اور یوں اللہ کے حضور پیش کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو۔ ﴿وَيُخَيِّنِي مَنْ حَتَّىٰ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ ”اور زندہ رہے جس کو جینا ہے دلیل کے واضح ہونے کے بعد“ تاکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں پر جو حق کے دلائل واضح کئے ہیں اس کی بنا پر اہل ایمان کے یقین اور بصیرت میں اضافہ ہو۔ یہ دلائل و براہین عقل مندوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ﴾ ”بے شک اللہ سننے والا ہے“ تمام آوازوں کو زبانوں کے اختلاف اور مخلوق کی مختلف حاجات کے باوجود۔ ﴿عَلِيمٌ﴾ ”جاننے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ظاہری اعمال، ضمیر میں چھپی ہوئی نیتوں اور بھیدوں، غائب اور حاضر ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ
وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۳۶
اور ضرور باہم نزاع کرتے اس معاملے میں لیکن اللہ نے بچا لیا، بے شک وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے
وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقِيْتُمْ فِيْ أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْ أَعْيُنِهِمْ
اور جب دکھلاتا تھا وہ تمہیں ان کافروں کو جب ملے تم، تمہاری آنکھوں میں تھوڑا اور تھوڑا دکھلاتا تھا تم کو ان کی آنکھوں میں
لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝۳۷
تاکہ پورا کر دے اللہ اس کام کو کہ تھا وہ کیا ہوا اور طرف اللہ ہی کی لوٹائے جاتے ہیں سارے کام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو آپ کے خواب میں مشرکین کی بہت کم تعداد دکھائی۔ اس بنا پر آپ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دے دی، اس سے وہ مطمئن اور ان کے دل مضبوط ہو گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا﴾ ”اور اگر اللہ ان کو بہت کر کے تمہیں دکھاتا“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ

نے آپ ﷺ کو کفار کثیر تعداد میں دکھائے ہوتے اور پھر آپ نے اس کی خبر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو دی ہوتی ﴿لَفَشَلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمُورِ﴾ تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور جو معاملہ تمہیں درپیش تھا اس میں جھگڑنا شروع کر دیتے، کوئی کہتا کہ آگے بڑھ کر کفار سے لڑائی کرو اور کوئی اس رائے کے خلاف ہوتا اور جھگڑا کمزوری کا باعث بنتا ہے۔ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ﴾ اور لیکن اللہ نے بچالیا، یعنی اللہ نے تم پر لطف و کرم کیا ﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ ”بے شک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔“ یعنی تمہارے سینوں میں ثابت قدمی یا بے صبری، سچائی یا جھوٹ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کی اس کیفیت کو جان لیا جو تم پر اس کے لطف و احسان اور اس کے رسول ﷺ کے خواب کی صداقت کا باعث بنی اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نگاہوں میں ان کے دشمن کو تھوڑا کر کے دکھایا۔۔۔ اور اے مومنو! تمہیں ان کی نظروں میں تھوڑا کر کے دکھایا۔ چنانچہ دونوں گروہوں میں سے ہر گروہ کو اپنا مد مقابل تھوڑا نظر آتا تھا، تاکہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر پیش قدمی کرنے میں تامل نہ کرے۔

﴿لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کر دے جس کا پورا ہونا مقدر تھا“ یعنی اہل ایمان کو فتح و نصرت عطا کرے، کفار کو ان کے حال پر چھوڑ کر ان سے علیحدہ ہو جائے چنانچہ ان کے راہ نما اور گمراہ سردار قتل ہوئے اور ان میں سے کوئی قابل ذکر شخص باقی نہ بچا۔ پھر اس کے بعد جب کفار کو اسلام کی دعوت دی گئی تو ان کا مطیع ہونا آسان ہو گیا اور یہ چیز باقی بچ جانے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا باعث بنی جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کر کے ان پر احسان فرمایا۔ ﴿وَالِلَّهِ تَرْجِعُ الْأُمُورُ﴾ ”اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔“ یعنی مخلوق کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کرتا ہے، تمام مخلوقات پر عدل و انصاف پر مبنی فیصلے کو نافذ کرتا ہے جس میں کوئی ظلم و جور نہیں ہوتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقَيْتُمْ فَعَةً فَاقْتَبُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی جماعت سے تو ثابت قدم رہو اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم

تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ

فلاح پاؤ ۝ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ نزاع کرو آپس میں پس کم ہمت ہو جاؤ گے تم اور جاتی رہے گی

رِيحُكُمْ وَأَصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

تمہاری ہوا اور صبر کرو بے شک اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے ۝ اور نہ ہو تم مانند ان لوگوں کی جو

خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

نکلے اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کے دکھلانے کے لیے اور روکتے تھے وہ اللہ کی راہ سے

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۳۷﴾ وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ

اور اللہ اس کو جو وہ عمل کرتے ہیں گھیرنے والا ہے اور جب مزین کر دکھائے ان کے لیے شیطان نے ان کے عمل اور کہا

لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَيْنِ

نہیں کوئی غالب آنے والا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے اور میں پشت پناہ ہوں تمہارا۔ پس جب آسنے سانسے ہوئیں دونوں جماعتیں

نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي

تو پھر گریا وہ اوپر اپنی دونوں ایزیوں کے اور کہا بے شک میں بیزار ہوں تم سے، تحقیق میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں

أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۳۸﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ

ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے جب کہ کہتے تھے منافق اور وہ لوگ کہ

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هَوَاهُمْ ۖ دِينُهُمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

جن کے دلوں میں روگ تھا دھوکے میں ڈال دیا ہے ان کو ان کے دین نے اور جو کوئی بھروسہ کرے اوپر اللہ کے

فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۹﴾

تو یقیناً اللہ زبردست خوب حکمت والا ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً﴾ اے ایمان والو! جب ملو تم کسی گروہ کو، یعنی کفار کا گروہ جو تمہارے

ساتھ جنگ کرتا ہے ﴿فَانْصِبُوا﴾ تو ثابت قدم رہو۔ یعنی کفار کے خلاف جنگ میں ثابت قدم رہو صبر سے کام

لو اور اس عظیم نیکی میں جس کا انجام عزت و نصرت ہے اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ اور اس بارے میں کثرت ذکر

سے مدد لو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی شاید تم وہ کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ جو تمہارا

مطلوب و منشا ہے، یعنی دشمنوں کے مقابلے میں فتح و نصرت۔ پس صبر ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت

فتح و نصرت کے سب سے بڑے اسباب ہیں۔

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ ان دونوں کے احکام کی اپنے

تمام احوال میں پیروی کر کے اور اس کے پیچھے چل کر ﴿وَلَا تَنَازَعُوا﴾ اور آپس میں نہ جھگڑنا، یعنی اس

طرح نہ جھگڑو جس سے تمہارے دل تشتت اور افتراق کا شکار ہو جائیں۔ ﴿فَتَفْشَلُوا﴾ پس تم بزدل ہو جاؤ

گے۔ ﴿وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، یعنی عزائم کمزور ہو جائیں گے تمہاری طاقت بکھر جائے گی اور

تم سے فتح و نصرت کا وہ وعدہ اٹھا لیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مشروط ہے۔

﴿وَأَصْبِرُوا﴾ اور صبر سے کام لو، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رکھو ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مدد فتح و نصرت اور تائید کے ذریعے سے صبر

کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس سے ڈرو اور اس کے سامنے عاجزی اختیار کرو۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے، یعنی یہ ان کا مقصد تھا جس کے لیے وہ نکل کر آئے تھے یہی ان کا منشا تھا جس نے ان کو ان کے گھر سے نکالا تھا، ان کا مقصد صرف غرور اور زمین میں تکبر کا اظہار تھا، تاکہ لوگ ان کو دیکھیں اور وہ ان کے سامنے فخر کا اظہار کریں۔ گھروں سے نکلنے میں ان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو روکیں جو اللہ کے راستے پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ اور اللہ کے احاطہ میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اسی لئے اس نے تمہیں ان کے مقاصد کے بارے میں آگاہ کیا ہے اور تمہیں ان کی مشابہت اختیار کرنے سے ڈرایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں سخت سزا دے گا۔ پس گھروں سے نکلنے میں تمہارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب دین کی سربلندی، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی منزل کو جانے والے راستے سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف لوگوں کو کھینچنا ہو جو نعمتوں سے بھری جنت کو جاتا ہے۔

﴿وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ﴾ اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر دکھائے، یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں ان کے اعمال خوبصورت بنا دیئے اور انہیں دھوکے میں ڈال دیا۔ ﴿وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ﴾ اور اس نے کہا آج تم پر کوئی غالب نہیں ہوگا لوگوں میں سے، کیونکہ تم تعداد ساز و سامان اور ہیئت کے اعتبار سے اتنے طاقتور ہو کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ﴿وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ﴾ اور میں تمہارا حمایتی ہوں، میں اس کے مقابلے میں تمہارا ساتھی ہوں جس کے شب خون سے تم ڈرتے ہو، کیونکہ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مد لہجی کی شکل میں قریش کے پاس آیا، قریش اور بنو مد لہج کے درمیان عداوت تھی اس لئے قریش ان کے شب خون سے بہت خائف تھے۔ شیطان نے ان سے کہا ”میں تمہارے ساتھ ہوں“ چنانچہ ان کے دل مطمئن ہو گئے اور وہ غضب ناک ہو کر آئے۔

﴿فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ﴾ پس جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں، مسلمانوں اور کافروں کا آ مناسا منا ہوا اور شیطان نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ترتیب کے ساتھ فرشتوں کی صف بندی کر رہے ہیں تو سخت خوفزدہ ہوا ﴿نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ﴾ تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا، یعنی پسپا ہو کر لٹے پاؤں واپس بھاگا۔ ﴿وَقَالَ﴾ اور جن کو اس نے دھوکہ اور فریب دیا تھا ان سے کہنے لگا ﴿إِنِّي بَرِئٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَدْرِي مَا لَا تَدْرُونَ﴾ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، یعنی میں ان فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ﴿إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ﴾ مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے، یعنی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں

کہ کہیں وہ مجھے اس دنیا ہی میں عذاب نہ دے دے ﴿وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال کر ان کے سامنے یہ بات مزین کر دی ہو کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، آج میں تمہارا رفیق ہوں اور جب وہ ان کو سیدان جنگ میں لے آیا تو براہت کا اظہار کرتے ہوئے پسپا ہو کر ان کو چھوڑ کر بھاگ گیا، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ (الحشر: ۱۶، ۱۷) ”ان کی مثال شیطان کی سی ہے اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب اس نے کفر کیا تو کہنے لگا میں تجھ سے بری ہوں۔ میں تو اللہ جہانوں کے رب سے ڈرتا ہوں۔ پس دونوں کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔“

﴿إِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ”اُس وقت منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے“ یعنی جب اہل ایمان اپنی قلت اور مشرکین کی کثرت کے باوجود لڑائی کے لیے نکلے تو ضعیف الایمان لوگ جن کے دلوں میں شک و شبہ تھا، اہل ایمان سے کہنے لگے ﴿عَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ﴾ ”ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔“ یعنی جس دین پر یہ کاربند ہیں اس دین نے انہیں اس ہلاکت انگیز مقام پر پہنچا دیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ یہ بات وہ اہل ایمان کو حقیر اور کم عقل سمجھتے ہوئے کہتے تھے حالانکہ وہ خود..... اللہ کی قسم..... کم عقل اور بے سمجھ تھے، کیونکہ جذبہ ایمان مومن کو ایسے ہولناک مقامات میں کود جانے پر آمادہ کرتا ہے جہاں بڑے بڑے لشکر آگے بڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا مومن جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں۔ اگر تمام لوگ کسی شخص کو ذرہ بھر فائدہ پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر اس کو نقصان پہنچانے پر اکٹھے ہو جائیں تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر صرف وہی جو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ مومن جانتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قضا و قدر میں حکمت والا اور نہایت رحمت کرنے والا ہے اس لیے جب وہ کوئی اقدام کرتا ہے تو وہ (مخالفین کی) کثرت اور قوت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ اطمینان قلب کے ساتھ اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ گھبراتا ہے نہ بزدلی دکھاتا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ﴾ ”اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ غالب ہے“ کوئی طاقت اس کی طاقت پر غالب نہیں آ سکتی۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ ”وہ حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ اپنی قضا و قدر میں نہایت حکمت والا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

اور کاش! دیکھیں آپ جبکہ جان قبض کرتے ہیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، فرشتے مارتے ہیں وہ (فرشتے) ان کے چہروں کو

وَأَذْبَارَهُمْ ۚ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَلِكِ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ

اور ان کی پیٹھوں کو اور (کہتے ہیں) چکھو عذاب جلانے والا ○ یہ بہ سب اس کے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے

وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾ كَذَّابِ آلِ فِرْعَوْنَ ۖ وَالَّذِينَ

اور یہ کہ بے شک اللہ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر ○ جیسے عادت تھی آل فرعون اور ان لوگوں کی

مِّن قَبْلِهِمْ ۖ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط

جو ان سے پہلے تھے کفر کیا انہوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ تو پکڑ لیا ان کو اللہ نے بہ سب ان کے گناہوں کے

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾

بے شک اللہ طاقت ور سخت سزا دینے والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کفر کا ارتکاب کرنے والوں کو اس وقت دیکھیں جب موت کے فرشتے

ان کی روح قبض کر رہے ہوں گے ان کو سخت قلق ہوگا اور وہ سخت تکلیف اور کرب میں ہوں گے ﴿يَضْرِبُونَ

وُجُوهُهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ﴾ ”مارتے ہیں وہ ان کے مونہوں پر اور ان کے پیچھے“ اور ان سے کہتے ہیں ”اپنی جان نکالو۔“

ان کی جانیں نکلنے سے انکار کریں گی، کیونکہ انہیں علم ہے کہ انہیں کس دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ اسی لئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ ”اور عذاب آتش چکھو۔“ یعنی نہایت سخت اور جلانے والے

عذاب کا مزا چکھو۔ یہ عذاب تمہیں تمہارے رب کی طرف سے کسی ظلم و جور کی وجہ سے نہیں دیا جائے گا بلکہ یہ

صرف تمہارے گناہوں کی پاداش ہے جن کی یہ تاثیر ہے، جس نے یہ اثر دکھایا ہے اور اولین و آخرین کے بارے

میں یہی سنت الہی ہے، کیونکہ ان جھٹلانے والوں کی عادت اور ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کی ہلاکت ایسے

ہی ہے ﴿كَذَّابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِّن قَبْلِهِمْ﴾ ”جیسے عادت آل فرعون کی تھی اور ان کی جو ان سے پہلے تھے“

یعنی انبیاء و مرسلین کی تکذیب کرنے والی گزشتہ قوموں میں سے ﴿كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ﴾ ”انہوں

نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا“ تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ان کو پکڑ لیا ﴿بِذُنُوبِهِمْ

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ”ان کے گناہوں پر یقیناً اللہ طاقت ور ہے سخت عذاب کرنے والا“ اللہ تعالیٰ

اپنے عذاب کے ساتھ جس کی گرفت کرنا چاہے تو اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا۔ ﴿مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ

بِنَاصِيَّتِهَا﴾ (ہود: ۵۶/۱۱) ”زمین پر چلنے والا جو بھی جانور ہے اللہ نے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے۔“

ذَلِكِ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا

یہ اس واسطے کہ بے شک اللہ نہیں ہے بدلنے والا کسی نعمت کا جو انعام کی ہو اس نے اوپر کسی قوم کے یہاں تک کہ وہ خود ہی بدل دیں

مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۳﴾ كَذَّابٌ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ

جو ان کے دلوں میں ہے اور بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۵ جیسے عادت تھی آل فرعون اور ان لوگوں کی جو
مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا
ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا اپنے رب کی آیتوں کو تو ہلاک کر دیا ہم نے ان کو بہ سبب ان کے گناہوں کے اور غرق کر دیا ہم نے

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ۖ وَكُلُّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۵۴﴾

آل فرعون کو اور سب تھے وہ ظالم ۵۴

﴿ذٰلِكَ﴾ وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والی قوموں پر نازل فرمایا تھا اور وہ نعمتیں جو انہیں حاصل تھیں
ان سے سلب کر لی گئی تھیں۔ اس کا سبب ان کے گناہ اور ان کا اطاعت کے رویے کو بدل کر نافرمانی کا رویہ اختیار کرنا
تھا۔ ﴿يَاۤ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا نِّعَمًاۤ اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ﴾ اللہ بدلنے والا نہیں ہے اس نعمت کو جو دی اس
نے کسی قوم کو، اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرتا ہے تو ان کو سلب نہیں کرتا، بلکہ ان کو باقی رکھتا ہے اور
اگر وہ شکر کرتے رہیں تو ان میں اضافہ کرتا ہے۔ ﴿حَتّٰی يُغَيِّرُوْا مَاۤ بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ”جب تک وہی نہ بدل ڈالیں
اپنے دلوں کی بات“، یعنی جب تک کہ وہ اطاعت کے رویے کو بدل کر نافرمانی کا رویہ اختیار نہیں کرتے، پس جب
وہ نعمتوں کی ناشکری کرتے اور ان کے بدلے کفر کرتے ہیں۔۔۔ تب اللہ تعالیٰ ان سے ان نعمتوں کو چھین لیتا ہے
اور ان نعمتوں کو اس طرح بدل ڈالتا ہے جس طرح انہوں نے اپنے رویے کو بدل ڈالا۔

اس بارے میں اپنے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حکمت اور عدل و احسان پر مبنی ہے، کیونکہ وہ ان کو
عذاب نہیں دیتا مگر ان کے ظلم کے سبب سے، اور بندے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان کو عبرت ناک
سزا دیتا ہے، جس سے وہ اپنے اولیا کے دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ﴾ ”بے شک اللہ
سنتا جانتا ہے۔“ بولنے والے جو کچھ بولتے ہیں خواہ وہ آہستہ آواز سے بات کریں یا اونچی آواز میں، اللہ تعالیٰ
سب کی باتیں سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے ضمیر میں مخفی اور ان کی نیتوں میں چھپا ہوا ہے وہ اپنے
بندوں کی تقدیر میں وہی کچھ جاری کرتا ہے جس کا اس کا علم اور اس کی مشیت تقاضا کرتے ہیں۔

﴿كَذَّابٌ اِلٰی فِرْعَوْنَ﴾ ”جیسی عادت آل فرعون کی“، یعنی فرعون اور اس کی قوم کی عادت ﴿وَالَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور ان کی جو ان سے پہلے لوگ تھے انہوں نے رب کی آیتوں کو جھٹلایا“، یعنی جب
ان کے پاس ان کے رب کی نشانیاں آئیں تو انہوں نے ان کی تکذیب کی۔ ﴿فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ﴾ ”پس ہم
نے ان کو ان کے گناہوں کے باعث ہلاک کر دیا۔“ ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق۔ ﴿وَ كُلُّ﴾ ”اور وہ سب“
یعنی تمام ہلاک ہونے والے اور جن پر عذاب نازل کیا گیا۔ ﴿كَانُوا ظَالِمِيْنَ﴾ ”ظالم تھے۔“ یعنی وہ اپنے آپ

پر ظلم کرنے والے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور نہ ان کو کسی ایسے جرم میں پکڑا ہے جس کا انہوں نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ پس ان لوگوں کو جو ان آیات کریمات کے مخاطب ہیں، ظلم میں ان قوموں کی مشابہت سے بچنا چاہئے ورنہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ وہی عذاب نازل کرے گا جو ان فساق و فجار لوگوں پر نازل کیا تھا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۶﴾ عَهْدَتْ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرْجَةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۵۷﴾ عَهْدَ بَانَدِهَا آپ نے ان سے پھر توڑ دیتے رہے وہ اپنا عہد ہر مرتبہ اور وہ (ذرا) نہیں ڈرتے ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا تَثَقَّفْنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَّدَبِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ پس اگر پائیں آپ ان کو لڑائی میں تو بھگا دیں ان کے ذریعے سے ان لوگوں کو جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۵۷﴾

فرمایا ﴿۵۵﴾ بے شک وہ لوگ جن میں یہ تین خصلتیں جمع ہیں۔۔۔ یعنی کفر، عدم ایمان اور خیانت۔۔۔ خیانت سے مراد یہ ہے کہ وہ جو عہد کرتے ہیں اس پر ثابت قدمی نہیں دکھاتے اور جو بات کرتے ہیں اس پر پکے نہیں رہتے ﴿شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”سب جان داروں میں بدتر ہیں اللہ کے ہاں“ پس وہ گدھوں اور کتوں اور دیگر چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ ان کے اندر بھلائی معدوم ہے اور برائی متوقع ہے، لہذا ان کو ختم کرنا اور ہلاک کرنا ضروری ہے، تاکہ ان کی بیماری دوسروں میں نہ پھیلے اسی لئے فرمایا: ﴿فَاَمَّا تَثَقَّفْنَهُمْ فِي الْحَرْبِ﴾ ”پس جب تم ان کو حالت جنگ میں پاؤ“ جب کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و میثاق نہ ہو۔ ﴿فَشَرَّدَبِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ﴾ ”تو ان کو ایسی سزا دو کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پیچھے“ یعنی ان کے ذریعے سے دوسروں کو سبق سکھادیں اور ان کو ایسی سزا دیں کہ وہ بعد میں آنے والوں کے لیے نشان بن جائیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ﴾ ”شاید کہ وہ“ یعنی بعد میں آنے والے ﴿يَذْكُرُونَ﴾ ”نصیحت پکڑیں۔“ ان کے کہ تو توں سے نصیحت پکڑیں تاکہ ان پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ یہ سزاؤں اور حدود کے فوائد ہیں جو گناہوں پر مرتب ہوتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کیلئے زجر و توبیخ کا سبب ہیں جنہوں نے گناہ نہیں کئے بلکہ ان کے لیے بھی جنہوں نے گناہ کا ارتکاب کیا تاکہ وہ گناہ کا اعادہ نہ کریں۔

اس عقوبت کے لیے حالت جنگ کی قید لگانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کافر۔۔۔ اگرچہ بہت زیادہ خیانت کا ارتکاب کرنے والا بدعہد ہو۔۔۔ جب اس سے معاہدہ امن کر لیا جائے تو اس عہد میں خیانت کرنا اور اسے عقوبت دینا جائز نہیں۔

وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ

اور اگر آپ ڈریں کسی قوم کی بد عہدی سے تو پھینک دیں ان کی طرف (ان کا عہد) اوپر برابری کے بے شک اللہ

لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝

نہیں پسند کرتا بد عہدی کرنے والوں کو ○

یعنی جب آپ ﷺ کے اور کسی قوم کے درمیان جنگ نہ کرنے کا عہد اور میثاق ہو اور آپ کو اس قوم کی طرف سے خیانت اور بد عہدی کا خدشہ ہو یعنی ان کی طرف سے معاہدے کی صریحاً خلاف ورزی کے بغیر ایسے قرآن و احوال ہوں جو عہد میں ان کی خیانت پر دلالت کرتے ہوں ﴿فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ﴾ ”تو انہی کی طرف پھینک دیں“ ان کا عہد یعنی ان کی طرف پھینک دیں اور ان کو اطلاع دے دیں کہ آپ کے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ﴿عَلَى سَوَاءٍ﴾ ”تا کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ“ یعنی معاہدہ ٹوٹنے کے بارے میں آپ ﷺ کا علم اور ان کا علم مساوی ہو آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ان کے ساتھ بد عہدی کریں یا کوئی ایسی کوشش کریں کہ موجبات عہد اس سے مانع ہوں جب تک کہ آپ ان کو اس کے بارے میں آگاہ نہ کر دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾ ”بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“ بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے سخت ناراض ہوتا ہے۔ اس لئے معاملے کا واضح ہونا نہایت ضروری ہے جو تمہیں خیانت سے بری کر دے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جب ان کی خیانت متحقق ہو جائے تو ان کی طرف معاہدہ پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ان کی طرف سے کوئی اخفا نہیں رہا بلکہ ان کی بد عہدی معلوم ہو چکی ہے، علاوہ ازیں اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں نیز اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَى سَوَاءٍ﴾ ”برابر“ اور یہاں ان کی بد عہدی سب کو معلوم ہے۔ آیت کریمہ کا مفہوم اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اگر ان کی طرف سے کسی خیانت کا خدشہ نہ ہو یعنی ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہ پائی جاتی ہو جو ان کی خیانت پر دلالت کرتی ہو تو عہد کو ان کی طرف پھینکنا جائز نہیں، بلکہ اس معاہدے کو مدت مقررہ تک پورا کرنا واجب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ پہلے نکلے بے شک وہ نہیں عاجز کر سکتے (اللہ کو) ○

یعنی اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والے اور اس کی آیات کو جھٹلانے والے یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بازی لے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے اور کفار کو مہلت دینے اور ان کو سزا دینے میں غلت نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پنہاں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں کی آزمائش ان کا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا کو زورادراہ بنانا جس کے ذریعے سے وہ مقامات بلند پر پہنچتے ہیں

اور ان کا اپنے آپ کو ان اخلاق و اوصاف سے متصف کرنا جن کے بغیر وہ اس منزل پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔۔۔۔۔ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہی کا حصہ ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ

اور تیاری کرو ان (کافروں) کے لیے جتنی استطاعت رکھو تم قوت کی اور (تیار) بندھے ہوئے گھوڑے (فراہم کرنے) کی خوف زدہ کرو گے تم

بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِّنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ

اس کے ذریعے سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور دوسروں کو ان کے علاوہ نہیں جانتے تم ان کو اللہ ہی

يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ

جانتا ہے ان کو اور جو بھی خرچ کرو گے تم کوئی چیز اللہ کی راہ میں پورا دیا جائے گا تمہیں (اس کا اجر)

وَأَنْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ ﴿۹۰﴾

اور تم نہیں ظلم کئے جاؤ گے ○

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا: ﴿وَأَعِدُّوا﴾ اور تیار کرو تم، یعنی اپنے کفار دشمنوں کے لیے تیار کرو جو تمہیں ہلاک کرنے اور تمہارے دین کے ابطال کے درپے رہتے ہیں۔ ﴿مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ اپنی طاقت بھر قوت، یعنی قوت عقلیہ، قوت بدنیہ اور مختلف انواع کا اسلحہ جو دشمن کے خلاف جنگ میں تمہاری مدد کرے۔ کفار کے خلاف اس تیاری میں وہ تمام صنعتیں آ جاتی ہیں جن سے اسلحہ اور آلات حرب بنائے جاتے ہیں، مثلاً توپیں، مشین گنیں، بندوقیں، جنگی طیارے، بری اور بحری سواریاں، دفاعی قلعہ بندیاں، مورچے اور دیگر دفاعی آلات حرب وغیرہ۔ نیز حکمت عملی اور سیاست کاری میں مہارت پیدا کرنا، جس کے ذریعے سے وہ آگے بڑھ سکیں اور دشمن کے شر سے اپنا دفاع کر سکیں۔ نشانہ بازی، شجاعت اور جنگی منصوبہ سازی کی تعلیم حاصل کرنا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «(أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّةَ)» سن لو! قوت سے مراد تیر اندازی ہے،^① کیونکہ عہد رسالت میں تیر اندازی، جنگ کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ نیز ان گاڑیوں کی تیاری جو جنگ میں نقل و حمل کے کام آتی ہیں، جنگی استعداد میں شمار ہوتی ہیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ اور گھوڑوں کو تیار رکھ کر کہ اس سے دھاک بٹھاؤ تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر، اس حکم کی علت اس زمانے میں بھی موجود ہے اور وہ ہے دشمنوں کو مرعوب رکھنا۔ حکم کا دار و مدار علت پر ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں ایسے آلات اور سامان حرب موجود ہوں جن کے ذریعے سے دشمن کو مذکورہ چیزوں سے زیادہ خوف زدہ رکھا جاسکتا ہو۔۔۔۔۔ یعنی گاڑیاں اور ہوائی طیارے جو جنگ میں کام آتے ہیں اور جن کی ضرب بھی کاری ہے۔۔۔۔۔ تو ان کو

① صحیح مسلم، کتاب الإمامۃ، باب فضل الرمی..... الخ، حدیث: ۱۹۱۷

حاصل کر کے ان کے ذریعے سے جنگی استعداد بڑھانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس سامان حرب کو صنعت کی تعلیم حاصل کئے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو یہ تعلیم حاصل کرنا بھی فرض ہوگا، کیونکہ فقہی قاعدہ ہے (مَا لَا يَتِمُّ الْوَجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ) ”جس کے بغیر واجب کی تکمیل ممکن نہ ہو تو وہ بھی واجب ہے“۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿تُوهِبُونَ لَهُ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ میں ”تمہارے دشمن“ سے مراد وہ ہیں جن کے بارے میں تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ﴿وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمْ﴾ ”اور دوسروں کو ان کے سوا، جن کو تم نہیں جانتے“، یعنی جن کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں جو اس وقت کے بعد جب اللہ تم سے مخاطب ہے تمہارے ساتھ لڑائی کریں گے۔ ﴿اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ ”اللہ ان کو جانتا ہے“۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔

دشمن کے خلاف جنگ میں جو چیز سب سے زیادہ مدد دیتی ہے وہ ہے کفار کے خلاف جہاد میں مال خرچ کرنا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں“ خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ﴿يُوفَّ إِلَيْكُمْ﴾ ”وہ پورا پورا تمہیں دیا جائے گا“، یعنی قیامت کے روز اس کا اجر کئی گنا کر کے ادا کیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کا ثواب سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیا جائے گا۔ ﴿وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اور تمہاری حق تلفی نہ ہوگی“، یعنی تمہارے لئے اس کے اجر و ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّيِّعُ

اور اگر جھکیں وہ واسطے صلح کے تو جھک جائیں آپ بھی اس کے لئے اور بھروسہ کیجئے اللہ پر بے شک وہی خوب سننے والا

الْعَلِيمُ ﴿١١﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي

خوب جاننے والا ہے اور اگر ارادہ کریں وہ یہ کہ دھوکہ دیں آپ کو تو بے شک کافی ہے آپ کو اللہ وہی ہے جس نے

أَيْدِكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢﴾ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا

تائید کی آپ کی اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے اور الفت ڈال دی اس نے درمیان ان کے دلوں کے اگر خرچ کر دیتے آپ جو کچھ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ط

زمین میں ہے سارا نہیں الفت ڈال سکتے تھے آپ درمیان ان کے دلوں کے، لیکن اللہ ہی نے الفت ڈالی درمیان ان کے

إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ

بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے اے نبی! کافی ہے آپ کو اللہ

وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۲﴾

اور وہ جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَرَأَوْا جَنْحَهَا﴾ ”اگر وہ مائل ہوں“ یعنی جنگ کرنے والے کفار ﴿لِلسَّلَامِ﴾ ”صلح کی طرف“، یعنی صلح اور ترک قتال کی طرف ﴿فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ ”تو آپ بھی اس (صلح) کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کریں“، یعنی جو چیز وہ طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کو دے دو، کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں، مثلاً:

(۱) ہر وقت طلب عافیت مطلوب ہے اور اگر وہ طلب عافیت میں ابتدا کرتے ہیں تو اس کا مثبت جواب دینا اولیٰ ہے۔

(۲) اس سے تمہاری قوتیں جمع ہوں گی اور کسی دوسرے وقت اگر ان کے خلاف جنگ ناگزیر ہو جائے تو تمہاری یہ جنگی استعداد تمہارے کام آئے گی۔

(۳) اگر تم نے صلح کر لی اور ایک دوسرے سے مامون ہو گئے اور ایک دوسرے کے اطوار کی معرفت حاصل کر لی، تو اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ غالب آتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

پس ہر وہ شخص جو عقل و بصیرت سے بہرہ ور ہے اگر وہ انصاف سے کام لیتا ہے تو وہ اسلام کو اس کے اوامرو نواہی کی خوبی، مخلوق کے ساتھ اس کے حسن معاملہ اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کی بنا پر دوسرے ادیان پر ترجیح دے گا۔ وہ یہ بھی دیکھے گا کہ کسی پہلو سے اس میں کوئی ظلم و جور نہیں اور کثرت سے لوگ اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ تب یہ صلح کفار کے خلاف مسلمانوں کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اس صلح میں صرف ایک بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں کفار کا مقصد مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اس کے ذریعے سے صرف وقت اور مہلت حاصل کرنا نہ ہو۔۔۔۔۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ کفار کے مکرو فریب کے مقابلے میں ان کے لیے کافی ہے اور اس مکرو فریب کا ضرر انہی کی طرف لوٹے گا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّيْفِ فَأَنَّهُمْ قَدْ كَانَ لَهُمْ جَنْحُ الْعِلْمِ﴾ ”اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو آپ کو اللہ کافی ہے۔“ یعنی آپ کو جو ایذا پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔ وہی ہے جو آپ کے مصالح اور امور ضروریہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور کفایت اس سے پہلے بھی تھی جس پر آپ کا قلب مطمئن تھا۔ ﴿هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ ”وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور مومنوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔“ یعنی وہی ہے جس نے آسمانی مدد کے ذریعے سے آپ کی اعانت فرمائی اور یہ اس کی طرف سے ایسی مدد ہے جس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی نیز اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان کے ذریعے سے آپ کی مدد فرمانا یہ ہے

کہ ان کو آپ کی مدد پر مقرر فرما دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾ اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا، پس وہ اکٹھے ہو گئے اور اس سبب سے ان کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ سب کچھ اللہ کی طاقت کے سوا کسی اور کی کوشش اور طاقت کے سبب سے نہ تھا۔ ﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ اگر آپ خرچ کر دیتے جو کچھ زمین میں ہے سارا، اس شدید نفرت اور افتراق کے ہوتے ہوئے جو ان میں پایا جاتا تھا اگر آپ زمین کا تمام سونا، چاندی وغیرہ ان کے دلوں کو جوڑنے کے لیے خرچ کر دیتے ﴿مَّا آفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ﴾ پھر بھی آپ ان کے دلوں کو کبھی جوڑ نہ سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی دلوں کو بدلنے پر قادر نہیں۔ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ آفَتْ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ لیکن اللہ نے الفت ڈال دی ان میں بے شک وہ غالب ہے حکمت والا۔ یہ اس کا غلبہ ہی ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی اور ان کے افتراق اور تفرقہ کے بعد ان کو اکٹھا اور متحد کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا﴾ (آل عمران: ۱۰۳/۳) ”اور اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ﴾ اے نبی اللہ آپ کو کافی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے ﴿وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور آپ کے متبعین اہل ایمان کے لیے (بھی) کافی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے جو اس کے رسول کے اطاعت گزار ہیں، کافی ہونے کا اور ان کے دشمنوں کے خلاف فتح و نصرت کا وعدہ ہے۔ جب انہوں نے ایمان اور اتباع رسول کے سبب کو اختیار کیا تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دین و دنیا کی پریشانیوں سے ان کے لیے کافی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی کفایت تو صرف اپنی شرط کے معدوم ہونے پر معدوم ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ

اے نبی! ابھاریے مومنوں کو اوپر لڑائی کے اگر ہوں گے تم میں سے بیس

صِدْرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا

صبر کرنے والے تو غالب آئیں گے وہ دوسو پر۔ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو تو غالب آئیں گے وہ ہزار پر

مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ⑤ أَلَنْ خَفَّفَ اللَّهُ

ان میں سے جنہوں نے کفر کیا اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے ۵ اب تخفیف کر دی اللہ نے

عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا

تم سے اور جان لیا اس نے کہ تمہارے اندر کمزوری ہے۔ پس اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے تو غالب آئیں گے

مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ

وہ دو سو پر اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار تو غالب آئیں گے وہ دو ہزار پر اللہ کے حکم سے

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۶۱﴾

اور اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ اے

نبی! مومنوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ یعنی آپ انہیں ہر اس طریقے کے ذریعے سے قتال پر آمادہ کریں جس سے ان

کے عزائم مضبوط ہوں اور ان کے ارادوں میں نشاط پیدا ہو۔ یعنی جہاد اور دشمن سے مقابلے کی ترغیب دی جائے اور

جہاد سے باز رہنے کے انجام سے ڈرایا جائے۔ شجاعت اور صبر کے فضائل اور ان پر مرتب ہونے والی دین و دنیا کی

بھلائی کا ذکر کیا جائے۔ بزدلی کے نقصانات بیان کئے جائیں اور یہ واضح کیا جائے کہ بزدلی ایک انتہائی رذیل اور

ناقص خصلت ہے اور شجاعت کا اہل ایمان کی صفت ہونا دوسروں کی نسبت زیادہ اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ﴾ (النساء: ۱۰۴)

”اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے جیسے تمہیں پہنچتی ہے جبکہ تم اللہ سے ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ

نہیں رکھتے۔“ ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ﴾ اے مومنو! اگر ہوں تم میں سے ﴿عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ

يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں گے وہ دو سو پر

اور اگر ہوں تم میں سے سو شخص تو غالب ہوں گے ہزار کافروں پر“ یعنی ایک مومن دس کافروں کا مقابلہ کرے گا اور

اس کا سبب یہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ کہ وہ ”یعنی کفار ﴿قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾“ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے، یعنی

انہیں کوئی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے کیا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ کفار زمین میں اقتدارِ تغلب اور اس میں فساد پھیلانے کے لیے لڑتے ہیں اور تم (اے مسلمانو!) اس جنگ

کا مقصد سمجھتے ہو کہ یہ جنگ اعلیٰ کلمۃ اللہ دین کے غلبہ کتاب اللہ کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے

بڑی کامیابی کے حصول کے لیے ہے اور یہ تمام امور شجاعت، صبر و ثبات اور اقدام علی القتال کے اسباب ہیں۔ پھر

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اس حکم میں تخفیف کر دی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ

وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا﴾ ”اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے۔“ اسی

لئے اللہ کی رحمت اور اس کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس حکم میں تخفیف کر دی جائے چنانچہ اب اگر تم

میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں، تو وہ دو سو پر اور اگر ہزار ہوں تو وہ دو ہزار پر غالب ہوں گے۔ ﴿وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور تائید کے ذریعے سے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

ان آیات کریمہ کا اسلوب اگرچہ اہل ایمان کے بارے میں خبر کا ہے کہ جب وہ اس معینہ تعداد تک پہنچتے ہیں تو وہ مقابلے میں کفار کی مذکورہ تعداد پر غالب آ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کو شجاعت ایمانی سے نوازا ہے، مگر اس کا معنی اور حقیقی منشا امر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پہلے حکم دیا کہ ایک مومن کو (میدان جنگ میں) دس کافروں کے مقابلے سے فرار نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح دس مومنوں کو سو کافروں اور سو مومنوں کو ہزار کافروں کے مقابلے سے منہ نہیں موڑنا چاہئے۔

پھر اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی اور حکم دیا کہ وہ اپنے سے دو گنا کفار کے مقابلے سے فرار نہ ہوں۔ اگر کفار کی تعداد دو گنا سے زیادہ ہو تو اس صورت میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا جائز ہے۔ مگر دو امور اس کی تردید کرتے ہیں۔

(۱) یہ حکم خبر کے اسلوب میں ہے اور خبر کا اصول یہ ہے کہ یہ اپنے باب کے مطابق استعمال ہوتی ہے اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر اور امر واقع کی خبر دینا ہے۔

(۲) اس عدد مذکور کو صبر کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ یعنی انہوں نے صبر کو مشق کے ذریعے سے اپنی عادت بنالیا ہو۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ صابر نہ ہوں تو ان کے لیے فرار جائز ہے خواہ کافران سے کم ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اس صورت میں ہے جب نقصان پہنچنے کا اندیشہ غالب ہو، جیسا کہ حکمت الہیہ کا تقاضا ہے۔

پہلے نکتے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ﴿الَّذِينَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ﴾ ... سے لے کر ﴿مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ تک۔۔۔ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر لازم اور حتمی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس تعداد میں تخفیف فرما دی۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کریمہ کا پیرایہ اگرچہ خبر کا ہے مگر اس سے مراد امر ہے۔

اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حکم کو خبر کے پیرائے میں بیان کرنے میں ایک انوکھا نکتہ پنہاں ہے، جو امر کے اسلوب میں ہرگز نہ پایا جاتا۔۔۔ اور وہ یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے دلوں کے لیے تقویت اور بشارت ہے کہ وہ عنقریب کافروں پر غالب آئیں گے۔

دوسرے نکتے کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کو صبر کی صفت سے مقید کرنا درحقیقت ان کو صبر کی ترغیب دینا ہے۔ یعنی تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم وہ تمام اسباب اختیار کرو جو صبر کے موجب ہیں۔

جب وہ صبر کا التزام کرتے ہیں تو تمام اسباب ایمانی اور اسباب مادی اس امر کے حصول کی خوشخبری دیتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔۔۔۔ یعنی اہل ایمان کی قلیل تعداد کو فتح و نصرت سے نوازنا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ط تَرْيَدُونَ

نہیں لائق کسی نبی کے کہ ہوں اسکے پاس قیدی (اور وہ انہیں قتل نہ کرے) یہاں تک کہ وہ خوب خوں ریزی کر لے زمین میں ارادہ کرتے ہو تم

عَرَضَ الدُّنْيَا ط وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۶۷ كُو لَا يَكْتُبُ

سامان دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ۝ اگر نہ ہوتی (ایک بات) لکھی ہوئی

مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَكُمْ سَكْمٌ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۶۸ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ

اللہ کی طرف سے پہلے ہی تو پہنچتا تم کو اس (کے بدلے) میں جو لیا تم نے عذاب بڑا ۝ کھاؤ مِمَّا غَنِمْتُمْ

حَلَالًا طَيِّبًا ط وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۶۹

حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝

یہ غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان پر عتاب ہے جب انہوں نے مشرکین کو جنگی قیدی بنایا اور ان سے معاوضہ لینے کے لئے اپنے پاس رکھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان سے مالی معاوضہ لینے کی بجائے ان کو قتل کر کے ان کی جڑ کاٹ دی جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ ”نبی کے شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں یہاں تک کہ (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون نہ بہا دے۔“ یعنی نبی کے لیے یہ بات ہرگز مناسب نہیں کہ جب وہ کفار کے ساتھ جنگ کرے جو اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بھگانا اور اس کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں اور وہ یہ بھی خواہش رکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو۔۔۔۔ تو محض فدیہ کی خاطر (کفار کو قتل کرنے کی بجائے) قیدی بنانا شروع کر دے۔ یہ فدیہ اس مصلحت کی نسبت سے بہت حقیر ہے جو ان کے قلع قمع اور ان کے شر کے ابطال کا تقاضا کرتی ہے۔ جب تک ان میں شر اور حملہ کرنے کی قوت موجود ہے اس وقت تک بہتر یہی ہے کہ ان کو (قتل کرنے کی بجائے) جنگی قیدی نہ بنایا جائے۔ جب خونریزی کے بعد کفار کا قلع قمع اور مشرکین کے شر کا سد باب ہو جائے اور ان کا معاملہ کمزور پڑ جائے تب ان کو (میدان جنگ میں) قیدی بنانے اور ان کی جان بخشی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تَرْيَدُونَ﴾ ”تم چاہتے ہو“ یعنی تم ان کی جان بخشی کر کے اور اس کے عوض فدیہ لے کر ﴿عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ ”دنیاوی مال و متاع لینا“ یعنی تم کسی ایسی مصلحت کی خاطر ان کی جان بخشی نہیں کر رہے جو دین کی طرف راجع ہو۔ ﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾ ”اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔“ مگر

اللہ تعالیٰ دین کو عزت سے نواز کر اپنے اولیاء کی مدد کر کے اور دیگر قوموں پر انہیں غلبہ بخش کر اہل ایمان کے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ پس وہ انہیں انہی امور کا حکم دیتا ہے جو اس منزل مراد پر پہنچاتے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کامل غلبے کا مالک ہے۔ اگر وہ کسی لڑائی کے بغیر کفار پر فتح دینا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ مگر وہ حکمت والا ہے، وہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے سے آزماتا ہے۔

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ﴾ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر مقرر نہ ہو چکی ہوتی اور تمہارے لئے غنائم کو حلال نہ کر دیا گیا ہوتا اور اے امت مسلمہ!..... تم سے عذاب کو نہ اٹھایا گیا ہوتا ﴿لَسَّكُمْ فِيهَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ تو تم نے جو فدیہ حاصل کیا ہے اس کی پاداش میں تمہیں عذاب عظیم آ لیتا اور حدیث میں آتا ہے ”اگر بدر کے روز (قیدیوں کے فدیہ کے معاملے میں) عذاب نازل ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) کے سوا کوئی نہ بچتا۔“^①

﴿فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ”پس کھاؤ تم جو تم کو غنیمت میں ملا حلال پاکیزہ“ یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس کے لیے غنائم کو حلال کر دیا حالانکہ اس سے قبل کسی امت پر غنائم کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔ ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ اور اللہ سے ڈرتے رہو، یعنی اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ﴾ ”بے شک اللہ بخشنے والا ہے۔“ جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف لوٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور جس نے شرک نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ (اگر چاہے گا) ﴿رَحِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے کہ اس نے تم پر مال غنیمت کو مباح کیا اور اس کو تمہارے لئے حلال اور پاک قرار دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّسَنُ فِي أَيْدِيكُمْ مِّنَ الْإِسْرَىٰ إِن يَّعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ

اے نبی! کہہ دیجئے! ان سے جو تمہارے ہاتھوں میں (گرفتار) قیدی ہیں، اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ④

بھلائی تو دے گا وہ تمہیں زیادہ بہتر اس سے جو (فدیے میں) لیا گیا تم سے اور بخش دے گا تمہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے

وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ط

اور اگر ارادہ کریں وہ آپ سے خیانت کا، تو تحقیق وہ خیانت کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے تو قدرت دی اللہ نے (آپ کو) ان پر

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑤

اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے

یہ آیت کریمہ اسیران بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی شامل تھے۔ جب رہائی کے عوض ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے اس سے قبل اسلام قبول کیا ہوا تھا، مگر مسلمانوں نے ان سے فدیہ کو ساقط نہ کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی اور ان لوگوں کی دل جوئی کی خاطر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جو اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہوں۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ﴾ ”اے نبی! ان سے کہہ دو! جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی ہیں، اگر اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی جانے گا، تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے، یعنی جو مال تم سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے بدلے خیر کثیر عطا کرے گا۔ ﴿وَيَغْفِرَ لَكُمْ﴾ ”اور (اللہ تعالیٰ) تمہارے گناہ بخش دے گا“ اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ ﴿وَاللَّهُ عَفْوٌ رَّحِيمٌ﴾ ”اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اس کے بعد انہیں بہت زیادہ مال حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت زیادہ مال آیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے میں جتنا مال اٹھا سکتے ہیں لے لیں۔ انہوں نے اتنا مال لیا کہ ان سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔

﴿وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ﴾ ”اور اگر یہ لوگ آپ سے دغا کرنا چاہتے ہیں، یعنی اگر وہ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوشش کر کے خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں ﴿فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ﴾ ”تو وہ خیانت کر چکے ہیں اللہ کی اس سے پہلے پس اس نے ان کو پکڑ وادیا“ پس وہ آپ کے ساتھ خیانت کرنے سے بچیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر اختیار رکھتا ہے اور وہ اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ”یعنی اللہ تعالیٰ علیم ہے، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے، وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ یہ اس کا علم و حکمت ہی ہے کہ اس نے تمہارے لئے نہایت خوبصورت اور جلیل القدر احکام وضع فرمائے اور کفار کے شر اور ان کی خیانت کے ارادے کے مقابلے میں تمہاری کفایت کا ذمہ لیا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمُ بَأْمَوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِشَكِّ وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمُ بَأْمَوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا
أُورِدَهُ لُوكُ جَنُّهُنَّ (مہاجرین کو) جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ ہیں کہ بعض ان کے حمایتی ہیں بعض کے اور وہ جو ایمان لائے
وَلَمْ يَهَاجَرُوا مَالَهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَهَاجَرُوا وَإِنْ
اور نہیں ہجرت کی انہوں نے، نہیں ہے تمہارے لیے ان کی حمایت سے کچھ بھی یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر

اَسْتَنْصَرُوَكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ اِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

وہ مدد طلب کریں تم سے دین (کے کام) میں تو تم پر واجب ہے مدد کرنا، مگر مقابلے میں اس قوم کے کہ تمہارے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴۷﴾

درمیان اور ان کے درمیان کوئی عہد ہو اور اللہ ان کو جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے ○

یہ موالات اور محبت کا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے درمیان جو ایمان لائے، جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا۔۔۔۔۔ اور انصار کے درمیان قائم کیا، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو پناہ دی، اپنے گھر، مال اور خود ان کی ذات کے بارے میں ان کی مدد کی۔ یہ سب لوگ اپنے کامل ایمان اور ایک دوسرے کے ساتھ مکمل اتصال کی بنا پر ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِّنْ وَلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا﴾ ”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی، تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں، جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں“ کیونکہ انہوں نے تم سے علیحدہ ہو کر تمہاری ولایت و دوستی کا رشتہ ایسے وقت میں منقطع کر لیا جب کہ تمہیں مردوں کی مدد کی سخت ضرورت تھی اور چونکہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اس لئے مومنین کی طرف سے ان کی کوئی دوستی نہیں۔ البتہ ﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ﴾ ”اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں“ یعنی اگر کوئی قوم ان کے خلاف لڑائی کرے اور یہ اس لڑائی میں تم سے مدد مانگیں ﴿فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ﴾ ”تو تم کو مدد کرنی لازم ہے۔“ یعنی تم پر ان کی مدد کرنا اور ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمن کے خلاف لڑنا واجب ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے لڑتے ہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب نہیں۔ ﴿اِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ﴾ ”مگر ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو چکا ہے (مدد نہیں کرنی چاہیے)۔“ یعنی جن کے ساتھ تمہارا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے اور وہ مومن جنہوں نے ہجرت نہیں کی اگر ان کے ساتھ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان کے خلاف ان مومنوں کی مدد نہ کرو، کیونکہ تمہارے اور ان کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ”اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔“ یعنی وہ تمہارے احوال اور رویوں کو جانتا ہے اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام مشروع کئے ہیں جو تمہارے احوال کے لائق ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ اِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، بعض ان کے حمایتی ہیں بعض کے۔ اگر (مسلمانو!) نہ کرو گے تم ایسا (باہم حمایت) تو ہوگا فتنہ

فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿۴۸﴾

زمین میں اور فساد بڑا ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کے درمیان مموالات کا رشتہ قائم کر دیا تو اس نے آگاہ فرمایا کہ چونکہ کفار کو ان کے کفر نے اکٹھا کر دیا ہے اس لئے وہ ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں اور ان جیسے کفار کے سوا ان کا کوئی ولی اور دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِلَّا تَفْعَلُوهُ﴾ ”تو (مومنو) اگر تم (بھی) یہ (کام) نہ کرو گے“، یعنی اگر تم مومنوں کے ساتھ مموالات اور کفار کے ساتھ عداوت کے اصول پر عمل نہیں کرو گے یعنی تم اہل ایمان کی حمایت اور کفار سے دشمنی نہیں کرو گے یا تم کفار کی حمایت کرو گے اور اہل ایمان سے دشمنی رکھو گے ﴿تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾ ”تو ملکوں میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔“ یعنی حق و باطل اور مومن و کافر کے اختلاط سے ایک ایسی برائی جنم لے گی جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا اور بہت سی بڑی بڑی عبادات مثلاً جہاد اور ہجرت وغیرہ معدوم ہو جائیں گی۔ جب اہل ایمان صرف اہل ایمان ہی کو اپنا دوست اور حمایتی نہیں بنائیں گے تو شریعت اور دین کے اس قسم کے مقاصد فوت ہو جائیں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا انہوں نے اللہ کی راہ میں اور (اسی طرح) وہ لوگ جنہوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی

وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴۶﴾

اور مدد کی (ان کی) یہی ہیں مومن سچے انہی کے لیے ہے مغفرت اور روزی باعزت ○

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ط

اور وہ لوگ جو ایمان لائے بعد میں اور ہجرت کی انہوں نے اور جہاد کیا تمہارے ساتھ (مل کر) پس یہ لوگ تم ہی میں سے ہیں

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ط

اور رشتے دار بعض ان میں سے زیادہ حق دار ہیں ساتھ بعض کے اللہ کی کتاب میں۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۴۷﴾

بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

گزشتہ آیات میں مہاجرین و انصار کے رشتہ مموالات کا تذکرہ تھا اور ان آیات میں ان کی مدح اور ثواب کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) پناہ دی اور ان کی مدد کی“ یعنی مہاجرین و انصار ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ یعنی وہی سچے مومن ہیں کیونکہ انہوں نے ہجرت نصرت دین ایک دوسرے کے ساتھ مموالات اور اپنے دشمنوں کفار و منافقین کے ساتھ جہاد کر کے اپنے ایمان کی تصدیق کی ہے۔ ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ﴾ ”ان کے لیے مغفرت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی

طرف سے۔ جس سے ان کی برائیاں محو کر دی جائیں گی اور ان کی لغزشیں ختم کر دی جائیں گی ﴿وَرِزْقٍ كَرِيمٍ﴾ ”اور عزت کی روزی“ یعنی ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے نعمتوں بھری جنتوں میں خیر کثیر ہے۔ بسا اوقات اس دنیا ہی میں انہیں بہت جلد ثواب عطا کر دیا جاتا ہے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان مہاجرین و انصار کے بعد آئیں، نیکوں میں ان کی اتباع کریں، ایمان لائیں، ہجرت کریں اور اللہ کے راستے میں جہاد کریں ﴿فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ﴾ ”پس وہ لوگ تم ہی میں سے ہیں“ ان کے وہی حقوق ہیں جو تمہارے حقوق ہیں اور ان کے ذمے وہی فرائض ہیں جو تمہارے ذمے ہیں۔ ایمان پر مبنی یہ موالات اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھی۔ اس کی بہت بڑی وقعت اور عظیم شان ہے۔ حتیٰ کہ نبی مصطفیٰ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان جو اخوت قائم کی تھی، وہ خاص اخوت تھی جو اخوت عامہ و ایمانیہ کے علاوہ ہے، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی ﴿وَأُولَٰئِكَ الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اور رشتے دار آپس میں زیادہ حق دار ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں“ اس لئے میت کی وراثت صرف انہی لوگوں کو ملے گی جو اصحاب الفروض ہیں یا وہ میت کا عصبہ ہیں۔ اگر میت کا عصبہ اور اصحاب الفروض موجود نہ ہوں تو ذوالارحام میں سے وہ لوگ وارث بنیں گے جو رشتہ میں میت کے سب سے زیادہ قریب ہیں جیسا کہ آیت کریمہ کا عموم دلالت کرتا ہے۔ ﴿فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی کتاب میں“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب میں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“ اس کے احاطہ علم میں تمہارے احوال بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی مناسبت سے تم پر دینی اور شرعی احکام جاری کرتا ہے۔

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹) ۱۲۹ آيَاتُهَا ۱۶ آيَاتُهَا

سُورَةُ التَّوْبَةِ

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ فَسِيحُوا
(یہ) دست برداری ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان لوگوں سے کہ عہد کر رکھا تھا تم نے (ان) مشرکین سے ۰ پس چلو پھر تم
فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۖ

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو

وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝

اور یہ کہ بلاشبہ اللہ کافروں کو ۰

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمام مشرکین و معاندین سے اظہار براءت ہے۔ انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے مامون ہیں، اس مدت میں وہ اپنے اختیار سے زمین میں چل پھر لیں۔ چار ماہ کے بعد ان کے ساتھ کوئی معاہدہ و میثاق نہیں۔ یہ معاملہ ان کفار کے ساتھ ہے جن کے ساتھ لاحد و مدت کے لئے معاہدہ ہے یا معاہدہ کی مدت چار ماہ یا اس سے کم ہے۔ رہا وہ معاہدہ جو چار ماہ سے زیادہ مدت کے لیے کیا گیا ہو اگر معاہدہ سے خیانت کا خدشہ نہ ہو اور اس سے نقض عہد کی بھی ابتدا نہ ہو تو مدت معینہ تک اس کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو پورا کیا جائے گا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے معاہدین کو ان کی مدت عہد کے بارے میں ڈرایا ہے کہ اگرچہ وہ اس دوران میں مامون و محفوظ ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکیں گے نہ اس سے بچ سکیں گے اور ان میں سے جو کوئی اپنے شرک پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے رسوا کرے گا۔۔۔ اور یہ چیز ان کے اسلام میں داخل ہونے کا باعث بن گئی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا اور اللہ تعالیٰ کی وعید کی کوئی پروا نہیں کی۔

وَ اِذَا نَ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِّىْ ؕ
اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کی طرف، دن حج اکبر کے کہ بے شک اللہ دست بردار ہے
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
مشرکین سے اور اس کا رسول (بھی) پس اگر تم توبہ کر لو تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم نے منہ پھیرے رکھا
فَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَ بَشِيْرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۶
تو جان لو کہ بیشک تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ کو اور خوش خبری دے دیجئے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، عذاب دردناک کی ○

یہ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ اپنے دین کو فتح مند اور اپنے کلمہ کو بلند کرے گا اور ان کے مشرک دشمنوں سے علیحدہ ہو جائے گا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکہ مکرمہ اور اللہ تعالیٰ کے محترم گھر سے نکال کر حجاز کے اس خطہ ارضی سے جلا وطن کیا جس پر ان کا تسلط تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو فتح و نصرت سے نوازا حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔ مشرکین مغلوب ہوئے اور ان علاقوں کا اقتدار اور غلبہ مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ حج اکبر کے دن جو کہ قربانی اور جزیرۃ العرب کے مسلمانوں اور کفار کے اکٹھے ہونے کا دن ہے۔۔۔۔ اعلان کر دے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاں اب ان کے لیے کوئی عہد اور میثاق نہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی ملیں گے ان کو قتل کیا جائے گا اور ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ جائیں اور یہ سن ۹ ہجری تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور قربانی کے روز رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے براءت کا اعلان کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو توبہ کی ترغیب دی اور ان کو شرک پر جمے رہنے سے ڈرایا۔ ﴿فَإِنْ تُبَتَّكُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عِزٌّ مُّعْجِزٌ لِلَّهِ﴾ پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز نہ تھکا سکو گے۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتے بلکہ تم اس کے قبضہ قدرت میں ہو اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اپنے مومن بندوں کو مسلط کر دے۔ ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ اور کافروں کو دکھ دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دو۔ جو دنیا میں قتل، اسیری اور جلا وطنی کی صورت میں انہیں دیا جائے گا اور آخرت میں جہنم کی آگ کا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا
مگر وہ لوگ جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے مشرکین میں سے پھر نہیں کمی کی انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا بھی
وَلَمْ يَظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوْا إِلَيْهِمْ عٰهَدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِهِمْ
اور نہ مدد کی تمہارے خلاف کسی کی سو پورا کرو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت (مقررہ) تک۔
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝
بے شک اللہ پسند کرتا ہے متقیوں کو ۝

یعنی یہ تمام مشرکین سے کامل اور مطلق براءت کا اظہار ہے۔ ﴿إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ ”سوائے ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کر رکھا ہے“ اور وہ اپنے عہد پر قائم ہیں اور ان سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں ہوا جو نقض عہد کا موجب ہو۔ انہوں نے معاہدے میں کوئی کوتاہی کی ہے نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے۔ پس ان لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو اس کی مدت مقررہ تک پورا کرو خواہ یہ مدت تھوڑی ہو یا زیادہ۔۔۔ کیونکہ اسلام خیانت کا حکم نہیں دیتا وہ تو معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ ”بے شک اللہ پسند کرتا ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کو“ وہ لوگ جنہوں نے ان ذمہ داریوں کو ادا کیا جن کا انہیں حکم دیا گیا اور شرک، خیانت اور دیگر گناہوں سے بچے۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
پس جب گزر جائیں مہینے حرمت والے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ تم انہیں
وَحْذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا
اور پکڑو انہیں اور گھیرے میں لیے رکھو ان کو اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات پر۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور قائم کریں

الصَّلَاةُ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

نماز اور دیں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِذَا اسْلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمَ﴾ ”پس جب گزر جائیں مہینے پناہ کے“، یعنی وہ مہینے جن میں معاہدہ مشرکین کے خلاف جنگ کو حرام ٹھہرایا گیا ہے اور یہ آسانی کے چار ماہ ہیں اور جن کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ مدت کا معاہدہ کیا گیا ہے اس مدت کو پورا کیا جائے۔۔۔ اس کے بعد ان کے ساتھ معاہدہ کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ ”پس مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔“ یعنی وہ جس وقت اور جہاں کہیں بھی ہوں۔ ﴿وَحْذُوهُمْ﴾ ”ان کو قیدی بناؤ“ ﴿وَاحْصُرُوهُمْ﴾ ”اور ان کو گھیر لو۔“ یعنی ان پر زمین تنگ کر دو۔ اللہ کی اس زمین میں انہیں اس طرح نہ چھوڑ دو کہ وہ کھلے دندناتے پھرتے رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادت گاہ بنایا ہے۔ یہ لوگ اس زمین پر رہنے کے قابل نہیں بلکہ وہ اس زمین سے بالشت بھر جگہ کے بھی مستحق نہیں کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور کفار اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ان کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ زمین اللہ تعالیٰ کے دین سے خالی ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کونا گوار ہی کیوں نہ گزرے۔ ﴿وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ﴾ ”اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔“ یعنی ہر گھاٹی اور ہر راستے میں گھات لگا کر بیٹھو جہاں سے وہ گزرتے ہیں۔ ان کے خلاف جہاد کے لیے پوری طرح تیار رہو اور جہاد میں اپنی پوری کوشش صرف کر دو اور ان کے خلاف اس وقت تک جہاد کرتے رہو جب تک کہ وہ اپنے شرک سے توبہ نہ کر لیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا﴾ ”پس اگر وہ توبہ کر لیں“ یعنی اپنے شرک سے ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ ”اور نماز پڑھنے لگیں“ یعنی اسے اس کے حقوق کے ساتھ ادا کریں ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ ”اور زکوٰۃ دینے لگیں“ مستحقین کو زکوٰۃ دیں۔ ﴿فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ ”تو ان کی راہ چھوڑ دو۔“ یعنی ان کو چھوڑ دو اب وہ تمہارے برابر ہیں ان کے وہی حقوق ہیں جو تمہارے ہیں اور ان کے ذمے وہی فرائض ہیں جو تمہارے ذمے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کا شرک اور ان کے دیگر کم تر گناہ بخش دیتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق بخش کر اور پھر اس توبہ کو قبول کر کے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی نماز قائم کرنے یا زکوٰۃ ادا کرنے سے رکے گا اس کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جائے گی جب تک کہ وہ نماز قائم نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ جیسا کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا تھا۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ

اور اگر کوئی مشرکین میں سے پناہ مانگے آپ سے تو پناہ دے دیں اس کو تاکہ سنے وہ کلام اللہ کا پھر

أَبْلِغْهُ مَا مَنَعَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۝۶

پہنچا دیں اس کو اس کے امن کی جگہ پر۔ یہ اس سبب سے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ نہیں علم رکھتے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ کا گزشتہ ارشاد ﴿فَإِذَا اسْتَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُواْ هُمْ وَأَحْصِرُوْهُمْ وَأَقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ﴾ تمام اشخاص کے لیے اور تمام احوال میں ایک عام حکم ہے۔ ہاں اگر مصلحت ان میں سے کسی کو قریب کرنے کا تقاضا کرتی ہو تو یہ جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ﴾ ”اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے“ یعنی وہ یہ چاہے کہ آپ اس کو ضرر سے بچالیں تو اس مقصد کے لیے اس کو پناہ دے دیں تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے اور اسلام میں اچھی طرح غور و فکر کر لے۔ ﴿فَاجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ﴾ ”تو اس کو پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔“ یعنی پھر اگر وہ اسلام قبول کر لے تو بہتر ورنہ اسے امن کی جگہ پہنچا دیں یعنی وہ جگہ جہاں وہ مامون ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ کفار بے علم لوگ ہیں۔ بسا اوقات ان کا کفر پر قائم رہنا جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے جب یہ سبب زائل ہو جاتا ہے تو وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور آپ کی امت کو احکام میں اس کے نمونے کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ کفار میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی خواہش کرے تو اس کو امان دے دیں۔ اس آیت کریمہ میں اہل سنت والجماعت کے مذہب پر صریح دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور اس نے اس کی اضافت اپنی طرف کی ہے جیسے صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوتی ہے۔۔۔۔۔ نیز اس سے معتزلہ اور ان کے ہم نواؤں کے مذہب کا بطلان ثابت ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔۔۔۔۔ کتنے ہی دلائل ہیں جو ان کے اس قول کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں، لیکن یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ

کیوں کر ہو سکتا ہے واسطے مشرکوں کے عہد نزدیک اللہ کے اور نزدیک اس کے رسول کے سوائے ان لوگوں کے جن سے

عُهِدَتْ لَكُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ

عہد کیا تم نے نزدیک مسجد حرام کے پس جب تک سیدھے رہیں وہ تمہارے لیے تو سیدھے رہو تم بھی ان کے لیے

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ⑨

بے شک اللہ پسند کرتا ہے متقیوں کو ○

یہ اس حکمت الہی کا بیان ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ﴾ کیوں کر ہو مشرکین کے لئے کوئی عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک؟ کیا انہوں نے واجبات ایمان کو قائم کیا ہے؟ یا انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو اذیت دینا چھوڑ دی ہے؟۔۔۔ (بلکہ) انہوں نے حق کے خلاف جنگ کی اور باطل کی مدد کی۔۔۔ کیا انہوں نے زمین میں فساد پھیلانے کی بھرپور کوشش کر کے اپنے آپ کو اس بات کا مستحق نہیں ٹھہرایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بری الذمہ ہو، اللہ اور اس کے رسول کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد اور ذمہ نہ ہو؟ ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ﴾ ”سوائے ان کے جن سے تم نے عہد کیا“ یعنی مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ﴿عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ”مسجد حرام کے پاس“ پس اس عہد میں۔۔۔ خاص طور پر فضیلت والی اس جگہ پر۔۔۔ ان کے لیے حرمت ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ ان کی رعایت رکھی جائے۔ ﴿فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ ”پس جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اپنے عہد پر قائم رہو۔ بے شک اللہ اہل تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔“ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً ط

کیوں کر (رہ سکتا ہے عہد) اور آں حالیکہ اگر غالب آجائیں وہ تم پر تو نہیں خیال کریں گے وہ تمہارے بارے میں رشتے داری کا اور نہ کسی عہد کا یرضونکم بأفواہہم وتابی قلوبہم واکثرہم فسقون ⑧ اشرتوا وہ خوش کرتے ہیں تمہیں ساتھ اپنے مونہوں کے اور انکار کرتے ہیں دل ان کے اور اکثر ان کے نافرمان ہیں ○ بیچا انہوں نے

بأیت اللہ ثمنًا قليلًا فصدوا عن سبيلہ انہم ساء ما کانوا اللہ کی آیتوں کو مول تھوڑے پر اور روکا (لوگوں کو) اس کے راستے سے پس بے شک برا ہے جو ہیں وہ یعملون ⑨ لا یرقبون فی مؤمنین الا ولا ذمہ ط وأولیک ہم

عمل کرتے ○ نہیں خیال کرتے وہ کسی مؤمن کے بارے میں رشتے داری کا اور نہ کسی عہد کا اور یہ لوگ وہی ہیں المعتقدون ⑩ فإن تابوا وأقاموا الصلوة وأتوا الزکوة فإخوانکم حد سے نکل جانے والے ○ پس اگر وہ توبہ کر لیں اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ تو وہ تمہارے بھائی ہیں

فی الدین ونفصل الأیة لقوم یعلمون ⑪

دین میں اور ہم مفصل بیان کرتے ہیں اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں ○

﴿كَيْفَ﴾ ”کیسے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں مشرکین کے لیے کیسے عہد و میثاق ہو سکتا ہے۔ ﴿وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ﴾ ”کہ اگر وہ تم پر غلبہ پالیں“ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر قدرت اور غلبہ حاصل ہو تو تم پر کوئی رحم نہیں کریں گے۔ ﴿لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا ذِمَّةً﴾ ”تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا“ یعنی وہ کسی عہد اور قرابت کا لحاظ نہیں رکھیں گے وہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے بلکہ وہ تمہیں بدترین عذاب دیں گے۔ اگر وہ غالب آجائیں تو انکا تمہارے ساتھ یہ حال ہوگا لیکن اگر وہ تم سے ڈر کر تمہارے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہیں تو تمہیں ان کے بارے میں دھوکے میں نہیں آنا چاہئے کیونکہ ﴿يُرْضَوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ﴾ ”وہ اپنے منہ سے تمہیں خوش کر دیتے ہیں اور ان کے دل تمہاری طرف میلان اور محبت سے انکار کرتے ہیں“ بلکہ وہ تمہارے حقیقی دشمن ہیں اور تمہارے ساتھ دلی بغض رکھتے ہیں۔ ﴿وَأَكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ﴾ ”اور ان کے اکثر بدعہد ہیں“ ان میں کوئی دیانت اور مروت نہیں۔

﴿إِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ ”یہ اللہ کی آیات کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔“ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنے کی بجائے اس دنیا میں جلدی حاصل ہونے والے خسیس عوض کو اختیار کر لیا۔ ﴿فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ﴾ انہوں نے خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا۔ ﴿إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”بلاشبہ بہت ہی برے کام ہیں جو یہ کرتے ہیں۔“ ﴿لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا ذِمَّةً﴾ ”وہ کسی حرمت کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا“ یعنی ایمان اور اہل ایمان سے عداوت کی بنا پر وہ کسی عہد اور قرابت کا لحاظ نہیں کرتے۔ وہ وصف جس کی بنا پر وہ تم سے عداوت اور بغض رکھتے ہیں۔۔۔ وہ ایمان ہے اس لئے اپنے دین کا دفاع کرو اور اس کی مدد کرو اور جو کوئی تمہارے دین سے عداوت رکھتا ہے اسے اپنا دشمن سمجھو اور جو تمہارے دین کی مدد کرتا ہے اسے اپنا دوست سمجھو۔ دوستی کے وجود اور عدم وجود کے اعتبار سے دین کو حکم کا مدار بناؤ۔ طبیعت کو دوستی اور دشمنی کا معیار نہ بناؤ کہ جدھر خواہش کا میلان ہو تم بھی ادھر جھک جاؤ اور اس بارے میں اس نفس کی پیروی کرو جو برائی کا حکم دیتا ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا﴾ ”اگر وہ توبہ کر لیں“ یعنی اگر وہ اپنے شرک سے توبہ کر کے ایمان کی طرف لوٹ آئیں ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوْا إِلَيْكُمْ فِي الدِّينِ﴾ ”اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں“ اور اس عداوت کو فراموش کر دو جب وہ مشرک تھے تاکہ تم سب اللہ کے مخلص بندے بن جاؤ اور اس طرح بندہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ بن جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم احکام کو بیان فرمایا ان میں سے کچھ احکام کی توضیح فرمائی، کچھ حکمتوں اور فیصلوں کو بیان کیا، تو فرمایا: ﴿وَنُقْضِلُ الْآيَاتِ﴾ ”ہم آیات کو

واضح اور ممتاز کرتے ہیں ﴿لَقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ ”جاننے والے لوگوں کے واسطے“ پس سیاق کلام انہی کی طرف ہے انہی کے ذریعے سے آیات و احکام کا علم حاصل ہوتا ہے اور انہی کے ذریعے سے دین اسلام اور شریعت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

اے اللہ! اے رب العالمین! اپنی رحمت اپنے جود و کرم اور اپنے احسان سے ہمیں ایسے لوگوں میں شامل کر جو علم رکھتے ہیں اور ان باتوں پر عمل کرتے ہیں جن کا ان کو علم ہے۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا

اور اگر توڑ دیں وہ قسمیں اپنی بعد اپنے عہد کر لینے کے اور طعن کریں تمہارے دین میں تو لڑو تم

أَيُّمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّهَبُونَ ﴿۱۲﴾

(ان) پیشوایان کفر سے بے شک نہیں (معتبر) قسمیں ان کی تاکہ وہ باز آ جائیں ○ کیا نہیں لڑو گے تم

قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَّوْكُمْ

ان لوگوں سے کہ توڑ دیں انہوں نے قسمیں اپنی اور ارادہ کیا تھا انہوں نے نکالنے کا رسول کو اور انہوں ہی نے (لڑائی) شروع کی تم سے

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ اتَّخَشَوْهُمْ ۖ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾

پہلے پہل کیا ڈرتے ہو تم ان سے؟ پس اللہ زیادہ حق دار ہے کہ ڈرو تم اس سے اگر ہو تم مؤمن ○

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَضْرِبُكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِئْ

لڑو تم ان سے کہ عذاب دے ان کو اللہ تمہارے ہاتھوں سے اور رسوا کرے ان کو اور مدد کرے تمہاری ان کے مقابلے پر اور شفا بخشنے

صُدُّورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ

سینوں کو مؤمن قوم کے ○ اور دور کر دے وہ غصہ ان کے دلوں کا اور توبہ فرماتا ہے اللہ

عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۵﴾

جس پر چاہتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ○

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ اگر مشرک معاہدین اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں تو تم بھی اپنے عہد پر قائم رہتے ہوئے ان سے اپنے عہد کو پورا کرو۔۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ﴾ ”اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں“ یعنی انہوں نے اپنے حلف کو توڑ دیا اور جنگ میں تمہارے خلاف دشمن کی مدد کی یا تمہیں نقصان پہنچایا ﴿وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ﴾ ”اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں“ یعنی تمہارے دین میں عیب چینی کی یا اس کا تمسخر اڑایا۔ یہ دین اور قرآن میں ہر قسم کے طعن و تشنیع کو شامل ہے۔ ﴿فَقَاتِلُوا أَيْمَةَ الْكُفْرِ﴾ تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ ”یعنی قاتل دین کفر اور ان

سرداروں سے لڑو جو اللہ رحمٰن کے دین میں طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیطان کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ ان قائدین کفر کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا تھا اور دیگر لوگ تو محض ان کے پیروکار تھے اور تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ جو کوئی دین میں طعن و تشنیع کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کو ٹھکرانے کے درپے ہوتا ہے تو اس کا شمار ائمہ کفر میں ہوتا ہے۔

﴿إِنَّهُمْ لَا إِيْمَانَ لَهُمْ﴾ یعنی ان کا کوئی عہد و میثاق نہیں کہ وہ اس کے ایفا کا التزام کریں بلکہ وہ تو ہمیشہ خیانت کرتے رہتے ہیں اور عہد کو توڑتے رہتے ہیں۔ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ﴿لَعَلَّهُمْ﴾ ”شاید کہ وہ“ یعنی ان کے ساتھ تمہارے لڑائی کرنے میں ﴿يَذْتَهُونَ﴾ ”باز آ جائیں“ یعنی تمہارے دین میں طعن کرنے سے باز آ جائیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دین میں داخل ہو جائیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے خلاف جہاد کی ترغیب دی ہے اور دشمنوں سے جو اوصاف صادر ہوتے ہیں ان کو بیان کر کے اہل ایمان کو ان کے خلاف جہاد پر ابھارا ہے، کیونکہ جن اوصاف سے یہ کفار متصف ہیں وہ ان کے خلاف جہاد کا تقاضا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نُّكَثُوا أَيْْمَانَهُمْ وَهُمْ أَبْرَاجُ الرُّسُولِ﴾ ”تم ان لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنے عہدوں کو توڑ دیا اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا“ جس کا احترام اور تعظیم و توقیر فرض ہے، نیز انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو جلاوطن کر دیں اور اس مقصد کے لیے انہوں نے امکان بھر کوشش کی۔ ﴿وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے“ جبکہ انہوں نے نقض عہد کا ارتکاب کیا اور تمہارے خلاف دشمن کی اعانت کی اور یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب قریش نے۔۔۔ درآں حالیکہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔۔۔ بنو خزاعہ کے خلاف اپنے حلیفوں یعنی بنو بکر کی مدد کی۔ بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے اور قریش نے بنو خزاعہ کے خلاف لڑائی کی جیسا کہ اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

﴿اتَّخَذُوهُمْ﴾ ”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟“ یعنی کیا تم ان سے قتال کرنے سے ڈرتے ہو؟ ﴿فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ”حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو“ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی تمہیں سخت تاکید کی ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو اور کفار سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک نہ کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا اور ان فوائد کا ذکر کیا جو کفار کے خلاف جہاد پر مرتب ہوتے ہیں یہ سب اہل ایمان کے لیے کفار کے خلاف جہاد کی ترغیب ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ﴾ ”ان سے لڑائی کرو اللہ ان کو سزا دے گا تمہارے ہاتھوں سے“ یعنی قتل کے ذریعے

سے ﴿وَيُخْرِجُهُمْ﴾ ”اور رسوا کرے گا ان کو“ یعنی جب اللہ تعالیٰ کفار کے خلاف تمہاری مدد کریگا۔ یہ وہ دشمن ہیں جن کی رسوائی مطلوب ہے اور اس کی خواہش کی جاتی ہے ﴿وَيَنْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور تم کو ان پر غالب کر دے گا“ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

﴿وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَيُذْهِبُ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ﴾ ”اور ٹھنڈے کرے گا دل مسلمان لوگوں کے اور نکالے گا ان کے دلوں کی جلن“ کیونکہ کفار کے خلاف ان کے دل غیظ و غضب سے لبریز ہیں۔ ان کے خلاف قتال کرنے اور ان کو قتل کرنے سے اہل ایمان کو ان کے دلوں میں موجود غیظ و غضب اور غم و ہوم سے شفا ملتی ہے۔ کیونکہ وہ ان دشمنوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف برسر پیکار ہیں اور اللہ کے نور کو بجھانے میں کوشاں ہیں چنانچہ انہیں قتل و رسوا کر کے مومنوں کے دلوں میں موجود غیظ و غضب زائل ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور ان کے احوال کو درخور اعتناء سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اہل ایمان کے دلوں کو شفا دینا اور ان کے غیظ و غضب کو زائل کرنا مقاصد شرعیہ میں شمار کیا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ ”اور جس پر چاہے گا اللہ رحمت کرے گا“ یعنی ان برسر پیکار کفار میں سے جسے چاہے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا کر کے اس کی توبہ قبول کر لے اسلام کو ان کے دلوں میں آراستہ کر دے اور کفر و فسق اور نافرمانی کو ان کے لیے ناپسندیدہ کر دے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ”اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے“ یعنی وہ تمام اشیا کو ان کے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون ایمان لانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ چنانچہ وہ اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور کون اس صلاحیت سے محروم ہے؟ وہ اس کو اس کی گمراہی اور سرکشی میں غلطاں چھوڑ دیتا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیے جاؤ گے جب کہ ابھی نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے
وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ط
اور نہیں بنایا انہوں نے سوائے اللہ کے اور نہ سوائے اس کے رسول کے اور نہ مومنین کے کوئی دلی دوست

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

اور اللہ خوب خبردار ہے ان سے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جہاد کا حکم دینے کے بعد ان سے فرماتا ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا﴾ ”کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹ جاؤ گے“ یعنی تمہیں کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا کئے بغیر اور تمہیں کوئی ایسا حکم دیئے بغیر چھوڑ دیا جائے گا جس سے سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے۔ ﴿وَلَمَّا

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ ﴿١٧﴾ حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے، یعنی ایسا علم جو اس چیز کو خارج میں ظاہر کر دے جو قوت میں موجود ہے، تاکہ اس پر ثواب و عقاب مرتب ہو۔ پس ان لوگوں کو جان لے جو اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ ﴿وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً﴾ اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کوئی دوست، یعنی انہوں نے کفار کو اپنا دوست نہیں بنایا بلکہ وہ اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاد اس لئے مشروع فرمایا، تاکہ اس سے یہ عظیم مقصد حاصل ہو سکے اور وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ سچے لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو صرف دین کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان جھوٹے لوگوں سے متمیز ہو جائیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ وہ اللہ اس کے رسول اور مومنین کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا دلی دوست اور مددگار بناتے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ یعنی تم سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح آگاہ ہے پس وہ تمہاری آزمائش اس طریقہ سے کرتا ہے جس سے تمہاری پوری حقیقت ظاہر ہو جائے۔ نیز وہ تمہیں اور تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
بِالْكَفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿١٨﴾
کفر کی یہی لوگ ہیں کہ برباد ہو گئے عمل ان کے اور آگ ہی میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○
إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ
يَقِينًا ۖ وَبَيَّ آدَابَ كَرَامَةٍ ۖ وَبَيَّ آدَابَ كَرَامَةٍ ۖ وَبَيَّ آدَابَ كَرَامَةٍ ۖ وَبَيَّ آدَابَ كَرَامَةٍ ۖ
وَآتَى الزَّكَاةَ ۖ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۚ فَعَلَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ
اور اد کی زکوٰۃ اور نہیں ڈرا وہ مگر اللہ ہی سے سو امید ہے کہ وہی

يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٩﴾

ہوں گے ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ﴾ ”مشرکوں کو زیبا نہیں، یعنی مشرکین کے لائق اور ان کے لیے مناسب نہیں ﴿أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ﴾ ”کہ آباد کریں وہ اللہ کی مسجدوں کو، یعنی عبادات نماز اور مختلف انواع کی نیکیوں کے ذریعے سے اللہ کی مساجد کو آباد کریں اور حال ان کا یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت اور

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ
اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے وہ سب سے بڑھ کر ہیں درجے میں نزدیک اللہ کے
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَدَتْ
اور یہی لوگ ہیں کامیاب ○ خوش خبری دیتا ہے ان کو ان کا رب رحمت کی اپنی طرف سے اور رضامندی کی اور ایسے بانگوں کی کہ
لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿۲۱﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط

ان کے لیے ان میں نعمت ہے ہمیشہ رہنے والی ○ ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں ابد تک

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾

بے شک اللہ اسی کے پاس ہے اجر بہت بڑا ○

جب بعض مسلمانوں کے درمیان یا بعض مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان اس امر میں اختلاف واقع ہو گیا
کہ مسجد حرام کی تعمیر اس کے اندر نماز پڑھنا، اس میں عبادت کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا افضل ہے یا اللہ تعالیٰ پر
ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان بہت تفاوت
ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ﴾ ”کیا کر دیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے کو“ یعنی ان کو آب زم زم
پلانا، جیسا کہ معروف ہے جب پلانے کا ذکر مطلق کیا جائے تو اس سے مراد آب زم زم پلانا ہی ہوتا ہے ﴿وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوِنَ عِنْدَ اللَّهِ﴾
”اور مسجد حرام کے بسانے کو“ اس شخص کے برابر جو ایمان لایا اللہ اور یوم آخرت پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر
نہیں ہیں اللہ کے نزدیک۔ پس جہاد اور ایمان باللہ حاجیوں کو آب زم زم پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر سے کئی
درجے افضل ہیں کیونکہ ایمان دین کی اساس ہے اور اسی کے ساتھ اعمال قابل قبول ہوتے ہیں اور خصائل کا تزکیہ
ہوتا ہے۔

رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ دین کی کوہان ہے جہاد ہی کے ذریعے سے دین اسلام کی حفاظت ہوتی ہے اور اس
میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جہاد ہی کے ذریعے سے حق کی مدد کی جاتی ہے اور باطل بے یار و مددگار ہوتا ہے۔

رہا مسجد حرام کو آباد کرنا اور حاجیوں کو آب زم زم پلانا یہ اگرچہ نیک اعمال ہیں مگر ان کی قبولیت ایمان باللہ پر
موقوف ہے اور ان اعمال میں وہ مصالح نہیں ہیں جو ایمان باللہ اور جہاد میں ہیں۔ اسی لئے فرمایا: یہ اللہ کے ہاں
برابر نہیں۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ”اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“، یعنی وہ لوگ جن کا
وصف ہی ظلم ہے جو بھلائی کی کسی چیز کو بھی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ برائی کے سوا کوئی چیز ان کے

لائق نہیں۔ پھر نہایت صراحت کے ساتھ اہل ایمان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا﴾

وَهَاجِرُوا وَجَهْدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ ﴿۱﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ“ یعنی اپنا مال جہاد میں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو جہاد کا سامان مہیا کرنے میں خرچ کرتے ہیں۔ ﴿وَأَنْفُسِهِمْ﴾ ”اور اپنی جانوں کے ساتھ“ اور خود جہاد کے لیے نکلتے ہیں ﴿أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأَوْلِيكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ ”ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور یہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے“ یعنی کوئی شخص اپنا مطلوب حاصل کر سکتا ہے نہ کسی ڈر سے نجات پاسکتا ہے سوائے اس کے جو ان کی صفات سے متصف ہوتا ہے اور ان کے اخلاق کو اپناتا ہے۔

﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ”ان کو ان کا رب بشارت دیتا ہے“ اپنی طرف سے رحم و کرم ان پر لطف و احسان اور ان سے اعتناء اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ﴿بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ﴾ ”اپنی طرف سے رحمت کی“ جس کے ذریعے سے وہ ان سے برائیوں کو دور کرتا اور ہر طرح کی بھلائی ان تک پہنچاتا ہے۔ ﴿وَرِضْوَانٍ﴾ ”اور اپنی رضامندی کی“ جو جنت میں سب سے بڑی اور نہایت جلیل القدر نعمت ہوگی۔ پس وہاں اللہ تعالیٰ اہل جنت کے سامنے اپنی رضامندی کا اعلان فرمائے گا اور پھر کبھی ان پر ناراض نہیں ہوگا۔ ﴿وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ﴾ ”اور باغوں کی جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا“ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والی ہر قسم کی نعمتیں موجود ہوں گی جن کی دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی جن کے اوصاف اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو یہ نعمتیں عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اگر تمام مخلوق ایک درجہ میں جمع ہو جائے تو اس ایک درجہ میں سما جائے۔ ﴿خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ ”اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے“ وہ وہاں سے منتقل ہوں گے نہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ کے پاس ہے بڑا اجر“ اجر کی کثرت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی بعید نہیں اور نہ اس اجر کا بڑا اور اچھا ہونا اس ہستی کے بارے میں کوئی تعجب خیز ہے جو کسی چیز سے جب کہتی ہے ”ہو جا“! تو وہ ہو جاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست اگر وہ پسند کریں

الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾

کفر کو ایمان پر اور جو دوستی رکھے گا ان سے تم میں سے تو یہی لوگ ہیں ظالم ○

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

کہہ دیجئے! اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ کنبہ

وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا

اور وہ مال جو کمائے تم نے اور وہ تجارت کہ ڈرتے ہو تم اس کے مندے پڑ جانے سے اور وہ گھر کہ پسند کرتے ہو تم انہیں

أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ

زیادہ محبوب تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جہاد کرنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو تم یہاں تک کہ

يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۷﴾

لائے اللہ اپنا حکم اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو نافرمانی کرنے والے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے مومنو!“ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو۔ جو ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس کے ساتھ موالات رکھو جو ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ان سے عداوت رکھو اور ﴿لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ ”نہ بناؤ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست“ جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ تمہارے قریب ہیں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں تو زیادہ اولیٰ ہے کہ تم ان کو دوست نہ بناؤ۔ ﴿إِنْ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ﴾ ”اگر وہ کفر کو پسند کریں ایمان کے مقابلے میں“ یعنی اگر وہ برضا و رغبت اور محبت سے ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ”اور جو بھی دوستی کرے گا ان سے تم میں سے پس وہی لوگ ہیں ظالم“ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جسارت کی اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دوست بنایا چونکہ ولایت اور دوستی کی اساس محبت اور نصرت ہے اور ان کا کفار کو دوست بنانا کفار کی اطاعت اور ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت پر مقدم رکھنے کا موجب ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو اس کا موجب ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی محبت کو اس محبت کے تابع کیا ہے۔

فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ﴾ ”کہہ دیجئے! اگر ہیں تمہارے باپ“ اسی طرح یہ حکم ماؤں کے بارے میں بھی ہے ﴿وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ﴾ ”اور تمہارے بیٹے اور بھائی“ یعنی نسبی اور خاندانی اعتبار سے۔ ﴿وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ﴾ ”اور تمہاری بیویاں اور دیگر عمومی رشتہ دار“ ﴿وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا﴾ ”اور وہ مال جو تم کماتے ہو“ جس کے حصول میں مشقت برداشت کرتے ہو۔ کمائے ہوئے مال کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ اصحاب اموال کے نزدیک مرغوب ترین مال ہوتا ہے اور انہیں اس مال کی نسبت جو انہیں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل ہوتا ہے زیادہ محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ ﴿وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا﴾ ”اور وہ سوداگری جس کے مندے ہونے سے تم ڈرتے ہو“ یعنی سامان کے ارزاں ہونے اور اس میں نقصان واقع

ہونے سے ڈرتے ہو۔ اس میں تجارت اور کاروبار کی تمام اقسام شامل ہیں، مثلاً ہر قسم کا سامان تجارت، مال کی قیمتیں، برتن، اسلحہ، اشیائے استعمال، غلہ جات، کھیتیاں اور مویشی وغیرہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ﴿وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا﴾ اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، ان کی خوبصورتی، سجاوٹ اور ان کا تمہاری خواہشات اور پسند کے مطابق ہونے کی وجہ سے۔ ﴿أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ﴾ ”اگر یہ تمام چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں، تو تم فاسق و فاجر اور ظالم ہو۔ ﴿فَتَرَبَّصُوا﴾ ”تو انتظار کرو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو ﴿حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ ”یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے“ جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ ”اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے دائرۂ اطاعت سے باہر نکلنے والے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پر مذکورہ بالا اشیاء کی محبت کو ترجیح دینے والے کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نہیں نوازتا۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت فرض ہے اور دیگر تمام اشیاء کی محبت پر مقدم ہے۔ نیز آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے نہایت سخت وعید اور شدید ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے جسے یہ مذکورہ اشیاء اللہ اس کے رسول اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے دو امور پیش ہوں ان میں ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہو مگر اس میں اس کے نفس کی چاہت کا کوئی پہلو نہ ہو اور دوسرے معاملے کو نفس پسند کرتا ہو مگر اس کو اختیار کرنے سے اس چیز سے محروم ہو جاتا ہو جسے اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں یا اس چیز میں کمی واقع ہو جاتی ہو..... اس صورت میں اگر وہ اس چیز کو اس امر پر ترجیح دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ظالم اور اس امر کا تارک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ

البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بہت سی جگہوں میں اور دن حنین کے (بھی) جب کہ خوش فہمی میں ڈال دیا تھا تم کو

كَثَرْتُمْ فَلَِمَ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

تمہاری کثرت نے، پس نہ کام آئی وہ تمہارے کچھ بھی اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود فراخی کے

ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۖ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ

پھر لوٹے تم پیٹھے پھرتے ہوئے ۝ پھر نازل کی اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ

اور مومنوں پر اور نازل کئے اس نے ایسے لشکر کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا،

وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۝

اور یہی سزا ہے کافروں کی ۝ پھر توبہ فرمائے گا اللہ بعد اس کے جس پر چاہے گا

وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ ۝

اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے بہت سی لڑائیوں اور جنگی معرکوں میں انہیں اپنی نصرت سے نوازا حتیٰ کہ ”حنین“ کی جنگ میں جب کہ وہ انتہائی شدید صورت حال سے دوچار تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ لوگ ان کو چھوڑ کر فرار ہو رہے ہیں اور زمین اپنی کشادگی اور وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو رہی ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی کہ بنو ہوازن آپ پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے قریش کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلے اس وقت ان کی تعداد بارہ ہزار اور مشرکین کی تعداد چار ہزار تھی۔ کچھ مسلمانوں نے اس کثرت تعداد پر اترتے ہوئے کہا ”آج ہم پر کوئی غالب نہیں آسکے گا“۔

جب بنو ہوازن اور مسلمانوں کی مدبھیڑ ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں پر یک بارگی حملہ کیا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور شکست کھا کر بھاگ اٹھے اور انہوں نے پلٹ کر ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سو کے لگ بھگ آدمی رہ گئے تھے جو نہایت ثابت قدمی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ڈٹے مشرکین سے لڑ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو ایڑ لگا کر مشرکین کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ» ”میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں“۔ جب آپ نے مسلمانوں کی یہ ہزیمت دیکھی تو آپ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو جو کہ بلند آواز شخص تھے حکم دیا کہ وہ انصار اور باقی مسلمانوں کو آواز دیں۔ چنانچہ انہوں نے پکار کر کہا:

”اے اصحاب بیعت رضوان! اے اصحاب سورۃ بقرہ!“

جب بھاگنے والوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو وہ یک بارگی واپس پلٹے اور مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو زبردست شکست سے دوچار کیا۔ میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ ان کے اموال اور عورتیں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾ ”یقیناً اللہ نے تمہاری مدد فرمائی بہت سی جگہوں میں اور حنین کے دن“ حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان وہ مقام ہے جہاں حنین کا معرکہ ہوا تھا ﴿إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

عَنْكُمْ شَيْئًا﴾ ”جب تمہیں تمہاری کثرت نے گھمنڈ میں مبتلا کر دیا پس اس نے تمہیں کچھ فائدہ نہیں دیا“ تمہاری

کثرت نے تمہیں تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ ﴿وَصَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ﴾ ”اور زمین تم پر تنگ ہو گئی۔“ یعنی جب تمہیں شکست ہوئی اور تم پر غم و ہوم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور تم پر زمین تنگ ہو گئی۔ ﴿بِمَا رَحَبْتَ﴾ ”اپنی کشادگی اور وسعت کے باوجود“ ﴿ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ﴾ ”پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔“

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی“ سکینت اس کیفیت کا نام ہے جو دل کو ہلا دینے والے تباہ کن واقعات اور زلزلوں کے وقت اللہ تعالیٰ دل میں پیدا کرتا ہے جو دل کو سکون عطا کر کے مطمئن کرتی ہے۔ یہ سکون قلب بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ﴿وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ”اور ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے“ وہ فرشتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حنین کی جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل فرمایا جو مسلمانوں کو ثابت قدم رکھتے تھے اور انہیں فتح و نصرت کی خوشخبری دیتے تھے۔ ﴿وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اور کافروں کو عذاب دیا“ اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست، قتل، ان کے اموال و اولاد اور ان کی عورتوں پر مسلمانوں کے قبضہ کے ذریعے سے عذاب کا مزا چکھا دیا۔ ﴿وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ ”اور یہ ہے سزا کافروں کی“ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

﴿ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ﴾ ”پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہتا ہے رجوع فرماتا ہے“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہوازن کے کفار میں سے جن کے ساتھ جنگ ہوئی، اکثر کی توبہ قبول فرمائی اور وہ اسلام قبول کر کے تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کی عودتیں اور بچے واپس کر دیئے ﴿وَاللَّهُ عَفَّورٌ رَحِيمٌ﴾ ”اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ بے انتہا مغفرت اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے وہ توبہ کرنے والے کے بڑے بڑے گناہ بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ اور اطاعت کی توفیق عطا کر کے ان کے جرائم سے درگزر کر کے اور ان کی توبہ قبول کر کے ان پر رحم کرتا ہے۔ پس کسی نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کیوں نہ کیا ہو اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ مشرکین تو ناپاک ہیں پس نہ قریب جائیں وہ مسجد حرام کے
بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَكُنَّ فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
بعد اپنے اس سال کے اور اگر تم خوف کرتے ہو مفلسی سے تو عنقریب غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے
إِنْ شَاءَ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

اگر اس نے چاہا یقیناً اللہ خوب جاننے والا بڑا حکمت والا ہے ○

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الشِّرْكُونَ﴾ ”اے ایمان والو! بے شک مشرکین“، یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور اس کے ساتھ غیروں کی عبادت کی ﴿نَجَسٌ﴾ ”ناپاک ہیں۔“ یعنی اپنے عقائد و اعمال میں ناپاک ہیں، اور اس شخص سے بڑھ کر ناپاک اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور نہ وہ کوئی کام آ سکتے ہیں اور ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے، باطل کی مدد کرنے، حق کو ٹھکرانے اور زمین میں اصلاح کی بجائے فساد کے لیے کام کرنے جیسے افعال پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لئے تم پر فرض ہے کہ تم سب سے زیادہ شرف کے حامل اور سب سے زیادہ پاک گھر سے مشرکین کو پاک رکھو۔ ﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا﴾ ”پس یہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں“ اور یہ ۹ھ کا سال تھا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کہ حج کے روز ”براءت“ کا اعلان کر دیں، چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ سال رواں کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آئے گا اور نہ کوئی شخص عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

یہاں نجاست سے مراد بدن کی نجاست نہیں، کیونکہ کافر کا بدن بھی دوسرے لوگوں کے بدن کی طرح پاک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتابیہ عورت کے ساتھ مباشرت جائز قرار دی ہے مگر اس کا پسینہ وغیرہ لگ جانے کی صورت میں اسے دھونے کا حکم نہیں دیا۔ مسلمان ہمیشہ سے کفار کے ساتھ بدنی اختلاط رکھتے چلے آئے ہیں مگر ان سے یہ بات منقول نہیں کہ انہوں نے کفار کو اس طرح ناپاک سمجھا ہو جس طرح وہ گندگی کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ درحقیقت اس سے مراد جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے..... معنوی نجاست، یعنی شرک ہے۔ تو جس طرح توحید اور ایمان معنوی طہارت ہے اسی طرح شرک معنوی نجاست ہے۔

﴿وَأِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً﴾ ”(اے مسلمانو!) اگر تمہیں محتاجی کا خوف ہو۔“ یعنی مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے سے روک دینے کی وجہ سے تمہارے اور ان کے درمیان دنیاوی امور میں قطع تعلق کی بنا پر فقر و احتیاج کے لاحق ہونے کا ڈر ہو۔ ﴿فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”تو اللہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا“ رزق کا ایک ہی دروازہ اور ایک ہی جگہ تو نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس اگر رزق کا ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے تو بے شمار دوسرے دروازے کھل جاتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے انتہا فضل و کرم اور بہت بڑے جود و سخا کا مالک ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی چیز کو ترک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، کیونکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو غنی کر دیا۔ انہیں اس قدر کشادہ رزق عطا کیا کہ وہ بڑے بڑے مال داروں اور بادشاہوں میں شمار ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿إِنْ شَاءَ﴾ ”اگر اس نے چاہا“ اللہ تعالیٰ کا غنی کرنا اس کی مشیت کے ساتھ معلق ہے، کیونکہ دنیا کے اندر غنا کا حاصل ہونا لوازم ایمان میں شمار ہوتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مشیت کے ساتھ معلق کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا ہر ایک کو دیتا ہے اپنے محبوب بندے کو بھی اور اس کو بھی جس سے وہ محبت نہیں کرتا، مگر وہ ایمان اور دین صرف اسے عطا کرتا ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“ اس کا علم بڑا وسیع ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون غنا عطا کئے جانے کے لائق ہے اور کون ہے جو اس کے لائق نہیں اور اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے۔

آیت کریمہ ﴿فَلَا يَقْرَأُوا السُّجْدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا﴾ دلالت کرتی ہے کہ مشرکین مکہ بیت اللہ کی وجہ سے ریاست اور بادشاہی کے مالک تھے پھر فتح مکہ کے بعد حکومت اور اقتدار رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے پاس آ گیا اور مشرکین مکہ بیت اللہ اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی تو (وفات کے وقت) آپ نے حکم دیا کہ مشرکین کو سرزمین حجاز سے نکال دیا جائے۔ حجاز میں بیک وقت دودین نہیں رہ سکتے..... اور یہ اس وجہ سے، تاکہ ہر کافر کو مسجد حرام سے دور رکھا جائے۔ پس ہر کافر اللہ تعالیٰ کے حکم ﴿فَلَا يَقْرَأُوا السُّجْدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا﴾ میں داخل ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۚ اللَّهُ نَزَّلَ فِي الْفُورِ ۝۱۹

اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہیں قبول کرتے دین حق کو، ان لوگوں میں سے جنہیں دی گئی کتاب،

حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝۲۰

یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ ذلیل ہوں ۝

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ قتال کا حکم ہے۔ ﴿الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ”جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے“ ایسا ایمان جس کی تصدیق ان کے افعال و اعمال کرتے ہوں۔ ﴿وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ ”اور نہ حرام سمجھتے ہیں ان چیزوں کو جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے“ یعنی محرمات کی تحریم میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع نہیں کرتے۔ ﴿وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ﴾ ”اور نہ وہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں“ اگرچہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک دین رکھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک باطل دین پر عمل پیرا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں تغیر و تبدل اور تحریف واقع ہو گئی

ہے اور یہ (تحریف شدہ) وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا یا وہ اس دین پر عمل پیرا ہیں جو منسوخ ہے یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا تھا، پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کے ذریعے سے منسوخ کر دیا۔ پس اس کے منسوخ ہونے کے بعد اس کے ساتھ تمسک کرنا جائز نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے، کیونکہ وہ لوگوں کو اپنے باطل نظریات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس سے لوگوں کو اس سبب سے بہت نقصان پہنچتا ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور اس قتال و جہاد کی غایت و انتہا یہ مقرر کی ہے۔ ﴿حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ﴾ ”یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں“، یعنی وہ مال ادا کریں جو ان کے خلاف مسلمانوں کے قتال ترک کرنے اور مسلمانوں کے درمیان اپنے مال و متاع سمیت پر امن رہنے کا عوض ہے جو ہر سال ہر شخص سے اس کے حسب حال خواہ وہ امیر ہے یا غریب وصول کیا جائے گا۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر سربراہان نے کیا تھا۔ ﴿عَنْ يَدٍ﴾ ”اپنے ہاتھوں سے“، یعنی مطیع ہو کر اور اقتدار چھوڑ کر یہ مالی عوض ادا کریں اور اپنے ہاتھ سے ادا کریں اور اس کی ادائیگی کے لیے خادم وغیرہ نہ بھیجیں، بلکہ یہ جزیہ صرف انہی کے ہاتھ سے وصول کیا جائے۔ ﴿وَهُمْ صُغُرُونَ﴾ اور وہ زیر دست اور مطیع بن کر ہیں۔

جب ان کا یہ حال ہو اور وہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کرنا، مسلمانوں کے غلبہ اور ان کے احکامات کے تحت آنا قبول کر لیں، حالات ان کے شر اور فتنہ سے مامون ہوں۔ وہ مسلمانوں کی ان شرائط کو تسلیم کر لیں جو ان پر عائد کی گئی ہوں جن سے ان کے اقتدار اور تکبر کی نفی ہوتی ہو اور جو ان کی زبردستی کی موجب ہوں..... تو مسلمانوں کے امام یا اس کے نائب پر واجب ہے کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ اگر وہ معاہدے کو پورا نہ کریں اور زبردست رہ کر جزیہ ادا نہ کریں تو ان کو امان دینا جائز نہیں، بلکہ ان کے ساتھ قتال کیا جائے یہاں تک کہ اطاعت کر لیں۔

اس آیت کریمہ سے جمہور اہل علم استدلال کرتے ہیں کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ رہے اہل کتاب کے علاوہ دیگر کفار تو ان کے خلاف اس وقت تک لڑنے کا ذکر ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ جزیہ ادا کرنے اور اس کے عوض مسلمانوں کے شہروں میں رہنے کے احکام میں مجوس بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علاقہ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایران کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب تمام کفار سے جزیہ قبول کیا جائے گا کیونکہ یہ آیت کریمہ مشرکین عرب کے ساتھ قتال سے فراغت کے بعد اور اہل کتاب وغیرہ کے ساتھ قتال شروع ہونے پر نازل ہوئی ہے۔ تب یہ قید واقعہ کی خبر ہے اس کا مفہوم نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا ہے

حالانکہ وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوتے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے مسلمانوں سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ جس قوم کے خلاف جنگ کرتے انہیں سب سے پہلے تین میں سے ایک چیز قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ (۱) اسلام قبول کرنا۔ (۲) جزیہ ادا کرنا۔ (۳) یا تلوار کا فیصلہ قبول کرنا..... اور اس میں انہوں نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے درمیان کبھی کوئی فرق نہیں رکھا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ

اور کہا یہودیوں نے عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ ہے اللہ کا اور کہا نصاریٰ نے مَسِيحُ بْنُ اللَّهِ ہے اللہ کا یہ

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ

بات ہے ان کے منہوں کی (یوں) مشابہت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کی بات کی جنہوں نے کفر کیا ان سے پہلے ہلاک کرے ان کو اللہ

أَنِّي يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں ۝ بنا لیا انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو (اپنا) رب اللہ کو چھوڑ کر

وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اور مسیح ابن مریم کو (بھی) حالانکہ نہیں حکم دیے گئے تھے وہ مگر یہ کہ وہ عبادت کریں (صرف) ایک معبود کی نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے

سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى

وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ۝ وہ چاہتے ہیں یہ کہ بجھا دیں نور اللہ کا اپنے منہوں سے اور انکار کرتا ہے

اللَّهُ إِلَّا أَن يَتَمَنَّوْهُ نُّورُهُ وَكَوْكِزَةُ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

اللہ مگر یہ کہ پورا کرے اپنا نور اگرچہ ناخوش ہوں کافر ۝ وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول

بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو سب دینوں پر اگرچہ ناخوش ہوں مشرک ۝

جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ قتال کا حکم دیا تو ان کے ان خبیث اقوال کا ذکر کیا جو اہل ایمان کو جن کے اندر اپنے دین اور اپنے رب کے بارے میں غیرت ہوتی ہے ان کے ساتھ جنگ کرنے ان کے خلاف جدوجہد کرنے اور اس میں پوری کوشش صرف کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ﴾ یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں ان کا یہ قول ان کے تمام عوام کا قول نہ تھا بلکہ ان میں سے ایک فرقے کا قول تھا۔ البتہ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہودیوں کی سرشت میں خباثت اور شر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کہنے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال میں نقص ثابت کرنے کی جسارت کی۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنے کا سبب یہ تھا کہ جب (غیر اسرائیلی مشرک) بادشاہوں نے ان پر تسلط حاصل کر کے ان کو تتر بتر کر دیا اور حاملین تورات کو قتل کر دیا، اس کے بعد انہوں نے عزیر علیہ السلام کو پایا کہ تمام تورات یا اس کا بیشتر حصہ ان کو حفظ ہے، حضرت عزیر علیہ السلام نے ان کو تورات اپنے حافظہ سے املا کروادی اور انہوں نے تورات کو لکھ لیا۔ بنا بریں انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں یہ بدترین دعویٰ کیا۔ ﴿وَقَالَتِ الْتَصْرَى الْمَسِيحُ﴾ ”اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح“ عیسیٰ بن مریم ﴿ابْنُ اللَّهِ﴾ ”اللہ کا بیٹا ہے“۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَلِكَ﴾ ”یہ“ یعنی وہ قول جو یہ کہتے ہیں۔ ﴿قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ ”باتیں ہیں ان کے مونہوں کی“ جس کی صداقت پر یہ لوگ کوئی حجت اور دلیل قائم نہیں کر سکے۔ جس شخص کو اس بات کی پروا نہ ہو کہ وہ کیا بولتا ہے اگر وہ کیسی بھی بات کرے تو اس کے بارے میں یہ چیز تعجب خیز نہیں، کیونکہ اس کے پاس کوئی عقل اور کوئی دین نہیں جو اس کو ایسی بات کرنے سے روکے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُضَاهَوْنَ﴾ ”وہ مشابہت رکھتے ہیں“، یعنی وہ اپنے اس قول میں مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ﴾ ”ان لوگوں کے قول سے جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا“، یعنی ان کا قول مشرکین کے قول سے مشابہت رکھتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ باطل ہونے میں ان کے اقوال باہم مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ ”اللہ ان کو ہلاک کرے“ کہاں پھرے جاتے ہیں، یعنی وہ کیسے واضح اور خالص حق کو واضح طور پر باطل کی طرف موڑ دیتے ہیں۔

یہ رویہ اگرچہ ایک بڑی امت سے بہت نادر اور عجیب سا لگتا ہے کہ وہ کسی ایسی بات پر متفق ہو جس کے بطلان پر ادنیٰ سا غور و فکر اور عقل اور سمجھ دلاست کرتے ہیں، کیونکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿إِشْحَذُوا أَسْبَارَهُمْ﴾ ”انہوں نے ٹھہر لیا اپنے احبار کو“ (أَحْبَار) سے مراد ان کے ”علماء“ ہیں۔ ﴿وَرُحَبَاءَهُمْ﴾ ”اور اپنے رہبان کو“ اور (رُحَبَاءُ) سے مراد ”وہ عبادت گزار لوگ ہیں جنہوں نے عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے“۔ ﴿أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”رب اللہ کے سوا“ وہ ان کے لیے ان امور کو حلال کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اور یہ ان کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور ان امور کو حرام کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔ اور یہ (ان کی تقلید میں) ان امور کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ یہ احبار اور رہبان ان کے لیے ایسی شریعت اور اقوال مشروع کرتے ہیں جو انبیاء و رسل کے دین کے منافی ہیں اور یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ نیز یہ اپنے مشائخ و عباد کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی قبروں کو بت بنا دیتے ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، جہاں جانور ذبح کرنے کی فتیں مانی جاتی ہیں، دعائیں مانگی جاتی ہیں اور ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔ ﴿وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ”اور مسیح ابن مریم کو“، یعنی انہوں نے اللہ کے سوا مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی معبود بنا

لیا۔ اس حال میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی جو اس نے اپنے انبیاء و مرسلین کے توسط سے ان کو دیا تھا۔ ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا﴾ ”حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔“ پس عبادت اور اطاعت کو صرف اسی کے لیے خالص کریں۔ محبت اور دعا کے لیے صرف اسی کو مخصوص کریں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو دور پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ﴿سُبْحَنَهُ﴾ ”پاک ہے وہ اس سے“ اور بلند ہے۔ ﴿عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ”ان چیزوں سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں“ وہ پاک اور مقدس ہے اس کی عظمت اور شان ان کے شرک اور بہتان طرازی سے بہت بلند ہے، کیونکہ وہ اس بارے میں نقص کے مرتکب ہیں اور اسے ایسی صفات سے متصف کرتے ہیں جو اس کی جلالت شان کے لائق نہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اوصاف و افعال میں ہر اس چیز سے منزہ اور بلند ہے جو اس کے کمال مقدس کے منافی ہے۔

جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ان کے قول کی کوئی دلیل اور ان کے اصول کی کوئی برہان تائید نہیں کرتی۔ ان کا قول محض ان کے منہ کی بات ہے اور ایک ایسا بہتان ہے جو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے..... تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ﴿يُرِيدُونَ﴾ ”وہ چاہتے ہیں۔“ اس کے ذریعے سے ﴿أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ ”کہ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں سے بجھا دیں“ یہاں اللہ کے نور سے مراد اس کا دین ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے بھیجا اور کتابوں کے ذریعے سے نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو نور کہا ہے، کیونکہ جہالت اور ادیان باطلہ کے اندھیروں میں اس کے ذریعے سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ دین حق کے علم اور حق پر عمل کا نام ہے اور حق کے علاوہ ہر چیز اس کی ضد ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ اور ان کی مانند دیگر مشرکین چاہتے ہیں کہ وہ محض اپنی ایسی خالی خولی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بجھا دیں، جن کی اساس کسی دلیل پر قائم نہیں۔ ﴿وَيَأْتِي اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ﴾ ”اور اللہ نہ رہے گا بغیر پورا کیے اپنے نور کے“ اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا، کیونکہ یہ نور ایسا غالب نور ہے کہ تمام مخلوق اگر اس کو بجھانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو اسے بجھا نہیں سکتی اور جس نے یہ نور نازل فرمایا ہے تمام بندوں کی پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے ہر اس شخص سے جو اس کے بارے میں برا ارادہ رکھتا ہے اس نور کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَأْتِي اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَنُورُهُ الْكَافِرُونَ﴾ ”اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔“ یعنی وہ اس نور کے ابطال اور اس کو رد کرنے میں پوری طرح کوشاں رہتے ہیں مگر ان کی یہ بھاگ دوڑ حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کو جس کی تکمیل اور حفاظت کا اس نے ذمہ اٹھایا ہے واضح کرتے ہوئے فرمایا ﴿هُوَ

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى ﴿وَهُيْ ذَاتُ هَيْبَةٍ﴾ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ، جو کہ علم نافع کا نام ہے۔ ﴿وَدِينِ الْحَقِّ﴾ ”اور دین حق کے ساتھ“ جو کہ عمل صالح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ کو جو دین دے کر مبعوث فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اس کے افعال اور اس کے احکام و اخبار کے بارے میں باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ہر ایسے حکم پر مشتمل ہے جو بدن روح اور قلب کے لیے نافع اور ان کی اصلاح کرتا ہے، یعنی دین میں اخلاص اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہے، وہ مکارم اخلاق، محاسن عادات، اعمال صالحہ اور آداب نافعہ کے احکام پر مشتمل ہے اور ان تمام برے اخلاق اور برے اعمال سے روکتا ہے جو ان کی ضد ہیں۔ جو دنیا و آخرت میں قلب و بدن کے لیے ضرر رساں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ ”تا کہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کرے، اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔“ یعنی تا کہ حجت و برہان اور شمشیر و سنان کے ذریعے سے تمام ادیان پر اسے غالب کرے۔ اگرچہ مشرکین کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے، وہ اس کے خلاف فساد برپا کرتے ہیں اور اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں مگر سازش کا نقصان سازش کرنے والے ہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اس نے جو ذمہ اٹھایا ہے وہ اسے ضرور نبھائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے علماء اور درویش البتہ کھاتے ہیں
أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ
مال لوگوں کے باطل طریقے سے اور روکتے ہیں وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے اور وہ لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٦﴾

سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں۔ پس خوش خبری دے دیجئے ان کو ساتھ عذاب دردناک کے ○
يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ
جس دن کہ تپایا جائے گا وہ (مال) جہنم کی آگ میں پھر داغا جائے گا اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو

وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا أَنْفُسَكُمْ فَذُوقُوا

اور ان کی پیٹھوں کو (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جو تم جمع کر کے رکھتے تھے اپنے نفسوں کے لیے سو (مزہ) چکھو تم

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٧﴾

(اس کا) جو تم تھے تم جمع کر کے رکھتے ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے اہل ایمان بندوں کو تحذیر ہے کہ وہ بہت سے احبار اور رہبان، یعنی اہل کتاب کے علماء اور عبادت گزاروں سے بچیں جو باطل یعنی ناحق طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، کیونکہ ان کے علم، ان کی عبادت اور ان کی پیشوائی کی وجہ سے لوگوں کے مال اور ان کے چندوں میں سے ان کے وظائف مقرر ہیں۔ یہ احبار اور رہبان وظائف لیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ ان کا اس طریقے سے وظائف لینا حرام اور ظلم ہے، کیونکہ لوگ ان پر اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں، تاکہ وہ راہ راست کی طرف ان کی راہ نمائی کریں اور ناحق طریقے سے لوگوں کا مال ہتھیا نے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ لوگ ان کو مال دے کر ایسا فتویٰ حاصل کرتے تھے یا ان سے ایسا فیصلہ کرواتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ ان احبار اور رہبان کی ان دو حالتوں سے بچنا چاہئے:

(۱) ناحق لوگوں کا مال لینا۔ (۲) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ ”یعنی ان کو روک رکھتے ہیں۔ ﴿وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اور ان کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔“ یعنی بھلائی کے راستوں میں خرچ نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ وہ جمع کرنا ہے جو حرام ہے، یعنی مال کو روک رکھنا اور اسے وہاں خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا فرض ہے، مثلاً زکوٰۃ ادا نہ کرنا، بیویوں اور دیگر اقارب کو نفقات واجبہ نہ دینا۔ ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے۔“

پھر اس عذاب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُخَنَّىٰ عَلَيْهَا﴾ ”جس دن اس (مال) کو گرم کیا جائے گا۔“ یعنی ان کے مال پر آگ دہکائی جائے گی۔ ﴿فِي نَارٍ جَهَنَّمَ﴾ ”جہنم کی آگ میں۔“ یعنی ہر دینار اور ہر درہم پر علیحدہ علیحدہ آگ دہکائی جائے گی۔ ﴿فَتَكْوَىٰ بِهِمَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ﴾ (پھر اس سے قیامت کے روز) ان لوگوں کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ ”جب بھی یہ دینار و درہم ٹھنڈے پڑ جائیں گے تو ان کو دوبارہ دن بھر تپایا جائے گا اور وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اور انہیں زجر و توبیخ اور ملامت کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ ﴿هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ ”یہی وہ مال ہے جو تم سینت سینت کر رکھتے تھے اپنی جانوں کے لئے اب مزہ چکھو اپنے جمع کرنے کا“ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا بلکہ تم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اس خزانے کے ذریعے سے تم نے اپنی جانوں کو عذاب میں مبتلا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دو آیات کریمہ میں انسان کے اپنے مال کے بارے میں انحراف کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ انحراف دو امور کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

(۱) انسان اس کو باطل کے راستے میں خرچ کرتا ہے جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ اس سے اس کو

صرف نقصان ہی پہنچتا ہے، مثلاً معاصی اور شہوات میں مال خرچ کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت

(۲) جہاں مال خرچ کرنا واجب ہو وہاں مال خرچ نہ کرنا اور کسی چیز سے روکنا درحقیقت اس کی ضد کا حکم دینا ہے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ
بَيْتَكَ شَاهِدًا لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآتَوْا الْحَقَّ بِأَمْوَالِهِمْ
الَّذِينَ هُمْ يُحِبُّونَ أَن تَخْرُجَ سَنَةٌ مِّنْهُمْ يَوْمَ يُطْرَقُ آلُ الْيَمِينِ
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ هَٰؤُلَاءِ يَخْرُجُونَ

اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ○

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی“ یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر میں۔ ﴿اَشْنَا عَشَرَ شَهْرًا﴾ ”بارہ مہینے ہیں“ یہ وہی معروف مہینے ہیں۔ ﴿فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی کتاب میں“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم قدری میں۔ ﴿يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ ”جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین“ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیل و نہار جاری کئے اس کے اوقات کی مقدار مقرر کی اور اس کو ان بارہ مہینوں میں تقسیم کیا۔ ﴿مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ ”ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں“ اور یہ ہیں رجب ذیقعد ذوالحجہ اور محرم..... اور ان کے احترام کی وجہ سے ان کو حرام مہینوں سے موسوم کیا گیا ہے۔ نیز ان کو اس وجہ سے بھی حرام مہینے کہا گیا ہے کہ ان میں قتال کرنا حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ ”پس ان میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو“ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر بارہ مہینوں کی طرف لوٹی ہے اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس نے ان مہینوں کو بندوں کے لیے وقت کی مقدار کے تعین کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ پس ان مہینوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے معمور رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر اس کا شکر ادا کیا جائے، نیز یہ کہ اس نے ان مہینوں کو اپنے بندوں (کے مصالح) کے لیے مقرر فرمایا۔ پس اپنے آپ پر ظلم کرنے سے بچو۔ اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر صرف چار حرام مہینوں کی طرف لوٹی ہو یعنی ان کے لیے ممانعت ہے کہ وہ خاص طور پر ان چار مہینوں میں ظلم کریں۔ حالانکہ تمام اوقات میں ظلم کرنے کی ممانعت ہے، لیکن چونکہ ان چار مہینوں کی حرمت زیادہ ہے اور ان مہینوں میں دوسرے مہینوں کی نسبت

ظلم کے گناہ کی شدت بھی زیادہ ہے اس لئے ان مہینوں میں ظلم کرنے سے بطور خاص منع کیا گیا۔
ان چار مہینوں میں ان علماء کے نزدیک جو یہ کہتے ہیں کہ حرام مہینوں میں لڑائی کی تحریم منسوخ نہیں لڑائی کرنا ممنوع ہے۔ وہ ان مہینوں میں قتال کی تحریم کے بارے میں عام نصوص پر عمل کرتے ہیں۔
بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ان مہینوں میں قتال کی تحریم منسوخ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عمومیت پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً﴾ ”اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں۔“ یعنی تمام قسم کے مشرکین اور رب العالمین کا انکار کرنے والوں سے لڑو اور لڑائی کے لیے کسی کو مخصوص نہ کرو بلکہ تمام مشرکین اور کفار کو اپنا دشمن سمجھو جیسا کہ تمہارے ساتھ ان کا رویہ ہے۔ وہ اہل ایمان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور شرارت سے کبھی نہیں چوکتے۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ﴿كَافَّةً﴾ ”قاتلوا“ کی واؤ سے حال ہو تب معنی یہ ہوگا کہ تم سب اکٹھے ہو کر مشرکین سے جنگ کرو اس صورت میں تمام اہل ایمان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے۔ اس احتمال کے مطابق یہ آیت کریمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً﴾ (التوبہ: ۱۲۲/۹) ”اہل ایمان کے لیے ضروری نہ تھا کہ وہ سارے کے سارے نکل کھڑے ہوتے“ کے لئے ناخ قرار پائے گی۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ ”اور جان رکھو کہ اللہ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مدد نصرت اور تائید کے ذریعے سے تقویٰ شعار لوگوں کے ساتھ ہے۔ پس تم اپنے ظاہر و باطن اور اطاعت الہی پر قائم رہنے میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے حریص بنو۔ خاص طور پر کفار کے خلاف قتال کے وقت کیونکہ ایسی صورت حال میں جنگ میں شریک کفار دشمنوں کے معاملہ میں مومن سے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحْلُونَهُ عَامًا
بیشک مہینے کو پیچھے ہٹا دینا تو زیادتی ہے کفر میں گمراہ کئے جاتے ہیں اس کی وجہ سے کافر لوگ حلال کر لیتے ہیں وہ اس کو ایک سال
وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُؤَاطِعُوا عَدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُُّوا مَا
اور حرام کر دیتے ہیں اسکو (دوسرے) سال تاکہ پوری کریں کتنی ان مہینوں کی جو حرام ٹھہرائے اللہ نے۔ پس وہ حلال کر لیتے ہیں جس کو

حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ

حرام کیا اللہ نے مزین کر دیئے گئے ان کے لیے برے عمل ان کے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۴۷﴾

نہیں ہدایت دیتا کافر قوم کو

﴿السَّقِيُّ﴾ ”تاخیر“ وہ ہے جو اہل جاہلیت حرام مہینوں میں استعمال کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی جملہ بدعات میں سے ایک بدعت تھی کہ جب انہیں حرام مہینوں میں سے کسی مہینے میں لڑائی کی ضرورت پڑتی، تو وہ..... اپنی فاسد آراء کے مطابق..... سمجھتے تھے کہ حرام مہینوں کی گنتی کو پورا رکھا جائے جن کے اندر لڑائی حرام ہے۔ اور یہ کہ وہ بعض حرام مہینوں کو موخر یا مقدم کر دیتے تھے اور اس کی جگہ حلال مہینوں میں سے کسی مہینے کو حرام بنا لیتے تھے۔ جب ان حرام کی جگہ حلال مہینوں کو مقرر کر دیتے تو حرام مہینوں میں لڑائی کو حلال کر لیتے اور حلال مہینوں کو حرام قرار دے دیتے۔ ان کا یہ رویہ..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے..... ان کی طرف سے مزید کفر اور گمراہی کا رویہ ہے کیونکہ اس میں ایسے امور ہیں جن سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔

(۱) انہوں نے (نسبی) کو اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی شریعت اور دین قرار دے دیا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔

(۲) انہوں نے دین کو بدل ڈالا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے ڈالا۔

(۳) انہوں نے بزعم خود اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے ساتھ فریب کیا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ان کے دین کو گنڈ مڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں حیلہ سازی اور فریب کاری کو استعمال کیا۔

(۴) شریعت کی مخالفت میں بار بار کئے جانے والے اعمال پر دوام سے لوگوں کے دلوں سے ان کی قباحت زائل ہو جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات ایسے کام اچھے محسوس ہونے لگتے ہیں اس کے جو خطرناک نتائج نکلتے ہیں محتاج وضاحت نہیں۔

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُؤْطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ﴾ ”گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر، حلال کر لیتے ہیں اس مہینے کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں اس کو دوسرے برس، تاکہ پوری کر لیں گنتی ان مہینوں کی جن کو اللہ نے حرمت والا قرار دیا ہے، یعنی حرام مہینوں کے عدد میں موافقت کریں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے انہیں حلال قرار دے لیں ﴿رَبِّينَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ﴾ ”ان کے برے اعمال ان کے لیے مزین کر دیے گئے ہیں۔“ یعنی شیاطین نے ان کے سامنے ان کے برے اعمال کو مزین کر دیا اور ان کے دلوں میں جو عقائد مزین ہو گئے ہیں ان کی وجہ سے وہ ان اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ ”اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ یعنی وہ لوگ جو کفر کے رنگ میں رنگے گئے ہیں اور تکذیب نے ان کے دلوں میں جڑ پکڑ لی ہے لہذا ان کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آجائیں تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِثَّا قُلْتُمْ
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا ہے تمہیں؟ جب کہا جاتا ہے تم سے کہ کوچ کرو راہ میں اللہ کی تو بوجھل ہو جاتے (اور گرے جاتے) ہو تم
إِلَى الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ
طرف زمین کی! کیا تم نے پسند کر لیا ہے دنیا کی زندگی کو بمقابلہ آخرت کے؟ پس نہیں ہے فائدہ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۳۸﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ
دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑا ○ اگر نہ کوچ کرو گے تم تو دے گا وہ تمہیں
عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ط
عذاب دردناک اور بدل کر لے آئے گا کسی اور قوم کو سوائے تمہارے اور نہ بگاڑ سکے گا تم اس کا کچھ بھی
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۹﴾

اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ○

واضح رہے کہ اس سورہ کریمہ کا اکثر حصہ غزوہ تبوک میں نازل ہوا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے رومیوں
کے مقابلے میں جنگ کے لیے لوگوں کو بلایا۔ اس وقت سخت گرمی کا موسم تھا لوگوں کے پاس زادِ راہ بہت کم تھا اور
ان کے معاشی حالات عسرت کا شکار تھے۔ اس کی وجہ سے بعض مسلمانوں میں سستی آگئی تھی جو اللہ تعالیٰ کے عتاب
کی موجب بنی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لیے اٹھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا﴾ ”اے ایمان والو! کیا تم ایمان کے تقاضوں اور یقین کے داعیوں کو نہیں جانتے؟ ایمان کا تقاضا یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سبقت کی جائے اس کی رضا کے حصول اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور تمہارے دین کے
دشمنوں کے خلاف جہاد کی طرف سرعت سے بڑھا جائے۔ پس ﴿مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
إِثَّا قُلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ﴾ ”تمہیں کیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو گرے جاتے
ہو زمین پر“ یعنی تم سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹھ رہے ہو اور راحت و آرام کی طرف مائل ہو رہے ہو۔
﴿أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ﴾ ”کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔“ یعنی
تمہارا حال تو بس اس شخص جیسا ہے جو دنیا کی زندگی پر راضی ہے اور اسی کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے اور آخرت کی
کوئی پروا نہیں کرتا۔ گویا آخرت پر وہ ایمان ہی نہیں رکھتا۔

﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ”پس نہیں ہے نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا“ جس کی طرف تم مائل ہو جس کو تم
نے آخرت پر ترجیح دے رکھی ہے۔ ﴿إِلَّا قَلِيلٌ﴾ ”مگر بہت تھوڑا“ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے نہیں نوازا
جس کے ذریعے سے تم تمام معاملات کو تو لو کہ کون سا معاملہ ہے جو ترجیح دیئے جانے کا مستحق ہے؟ کیا ایسا نہیں کہ

یہ دنیا..... اول سے لے کر آخر تک..... آخرت کے ساتھ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں؟ اس دنیا میں انسان کی عمر بہت تھوڑی ہے یہ عمر اتنی نہیں کہ اسی کو مقصد بنا لیا جائے اور اس کے ماوراء کوئی مقصد ہی نہ ہو اور انسان کی کوشش اس کی جہد اور اس کے ارادے اس انتہائی مختصر زندگی سے آگے نہ بڑھتے ہوں جو حکمران سے لبریز اور خطرات سے بھرپور ہے۔ تب کس بنا پر تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے دی جو تمام نعمتوں کی جامع ہے جس میں وہ سب کچھ ہوگا نفس جس کی خواہش کریں گے اور آنکھیں جس سے لذت حاصل کریں گی اور تم اس آخرت میں ہمیشہ رہو گے..... اللہ کی قسم! وہ شخص جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا ہے جو صائب رائے رکھتا ہے اور جو عقل مندوں میں شمار ہوتا ہے، کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاد کے لیے نہ نکلنے پر ان کو سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبَكُمُ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ ”اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تم کو عذاب دے گا دردناک عذاب“ دنیا اور آخرت میں، کیونکہ جہاد کے لیے بلانے پر جہاد کے لیے گھر سے نہ نکلنا کبیرہ گناہ ہے جو سخت ترین عذاب کا موجب ہے، کیونکہ اس میں شدید نقصان ہے بوقت ضرورت جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی منہیات کا ارتکاب ہے۔ جہاد سے گریز کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی نہ اس کی کتاب اور شریعت کی مدافعت کی اور نہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کی ان کے ان دشمنوں کے خلاف مدد کی جو ان کو ختم کرنا اور ان کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔

نیز بسا اوقات ضعیف الایمان لوگ جہاد سے جی چرانے میں ان کی پیروی کرنے لگتے ہیں، بلکہ اس طرح دشمن کے خلاف جہاد کرنے والوں کی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے جس کا یہ حال ہو تو وہ اسی قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سخت وعید سنائے۔ اس لئے فرمایا: ﴿إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبَكُمُ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا﴾ ”اگر تم نہ نکلو گے تو تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو بدلے میں لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور اپنے کلمہ کو بلند کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ اس لئے اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہو یا ان کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیتے ہو اللہ کے لئے برابر ہے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرے تو وہ اسے بے بس نہیں کر سکتی اور کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ

اگر تم نہ مدد کرو گے تم انکی تو تحقیق مدد کی اس (جنگجو) کی اللہ نے جب کہ نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا (وہ) دوسرا تھا وہ میں سے

إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ

جب وہ دونوں تھے غار میں جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس نازل کی اللہ نے

سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اپنی سکینت اس پر اور مدد کی اسکی ایسے لشکروں سے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو اور کردی اس نے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا

السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۰﴾

نیچی۔ اور بات اللہ کی وہی ہے بالا اور اللہ بڑا زبردست بہت حکمت والا ہے ۰

اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس نے قلت زاد اور بے کسی کے حالات میں بھی آپ کی مدد فرمائی۔ ﴿إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”جب اس کو کافروں نے نکال دیا۔“ جب کفار نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا، جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کی اور وہ اس کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ آخر انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ﴿ثَانِي اثْنَيْنِ﴾ ”وہ دو میں سے دوسرا تھا“ یعنی نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ ”جب وہ دونوں غار میں تھے“ یعنی جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے نکل کر مکہ سے نیچے کی طرف واقع غار ثور میں پناہ گزین ہوئے۔ دونوں اس وقت تک غار میں ٹھہرے رہے جب تک کہ ان کی تلاش کا معاملہ ٹھنڈا نہیں پڑ گیا۔ دونوں اصحاب شدید حرج اور مشقت کی حالت میں مبتلا رہے۔ جب ان کے دشمن ان کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئے تاکہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نصرت نازل فرمائی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ ”جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے۔“ یعنی جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ”جب کہ وہ سخت غم زدہ اور قلق کا شکار تھے..... فرمایا: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ ”غم نہ کھا“ اللہ ہمارے ساتھ ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد نصرت اور تائید ہمارے ساتھ ہے۔ ﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ﴾ ”پس اتاری اللہ نے اپنی طرف سے اس پر سکینت“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی، طمانیت اور ایسا سکون نازل فرمایا جو دل کی مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے جب آپ کا ساتھی گھبرایا تو آپ نے اس کو پرسکون کرتے ہوئے فرمایا ”غم نہ کھا“ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ﴿وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ”اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں“ اور وہ معزز فرشتے تھے جن کو اللہ نے آپ کا محافظ بنا دیا۔

﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ﴾ ”اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے کفار کو ساقط اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا، کیونکہ کفار سخت غضب ناک تھے اور رسول اللہ ﷺ پر سخت غصہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے قتل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی پوری کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور وہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، بلکہ وہ کچھ

بھی حاصل نہ کر سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی مدافعت فرما کر آپ کو اپنی نصرت سے نوازا۔ یہی وہ مدد ہے جس کا اس مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ مدد کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جب مسلمان دشمن کو زک پہنچانے کے خواہش مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خواہش اور مقصد کو پورا کرتا ہے اور وہ اپنے دشمن پر غالب آ جاتے ہیں۔

(۲) مدد کی دوسری قسم مستضعفین کی مدد ہے جن کو ان کا طاقتور دشمن نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمن کو آپ سے دور کر کے اور دشمن سے آپ کا دفاع کر کے آپ کی مدد فرمائی اور شاید مدد و نصرت کی یہ قسم سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی مدد کرنا جب کفار نے دونوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا..... نصرت کی اسی نوع میں شمار ہوتا ہے۔

﴿وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلمات قدریہ اور کلمات دینیہ دیگر تمام کلمات پر غالب ہیں۔ اس مفہوم کی چند دیگر آیات یہ ہیں۔ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الروم: ۴۷/۳۰) ”اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔“ فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (غافر: ۵۱/۴۰) ”ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور جس روز گواہ (گواہی دینے کے لیے) کھڑے ہوں گے ضرور مدد کریں گے۔“ ﴿وَلَنْ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغُلَبُونَ﴾ (الصفات: ۱۷۳/۳۷) ”اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔“ پس اللہ تعالیٰ کا دین واضح دلائل حیرت انگیز آیات اور تائید کرنے والے براہین کے ذریعے سے تمام ادیان پر غالب ہے۔ ﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ﴾ ”اور اللہ غالب ہے۔“ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے نہ کوئی بھاگ کر اس سے بچ سکتا ہے۔ ﴿حَكِيمٌ﴾ ”وہ حکمت والا ہے۔“ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے وہ کبھی کبھی اپنے گروہ کی مدد کو کسی دوسرے وقت تک موخر کر دیتا ہے جس کا تقاضا حکمت الہیہ کرتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک ایسی خصوصیت بیان کی گئی ہے جو اس امت کے کسی اور فرد میں نہیں اور وہ ہے یہ منقبت جلیلہ اور صحبت جمیلہ..... اور تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت کریمہ سے یہی مراد ہے۔ بنا بریں جن لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار کیا انہوں نے ظلم و تعدی اور کفر کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس نے قرآن کا انکار کیا جو اس صحبت کی تصریح کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے سکینت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مصیبت اور خوف کے اوقات میں جب دل پریشان ہو جاتے ہیں تو سکینت اللہ تعالیٰ کی نعمت کاملہ ہے۔ یہ نعمت کاملہ بندہ مومن کو اس کی اپنے رب کی معرفت اپنے رب کے سچے وعدے پر اعتماد اپنے ایمان اور اپنی شجاعت کے مطابق عطا ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ

بھی ثابت ہوتا ہے کہ حزن کبھی کبھار اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اور صدیقین کو بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ بایں ہمہ جب بندہ مومن پر یہ کیفیت نازل ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ اس کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ حزن بندے کے دل کو کمزور اور اس کی عزیت کو پراگندہ کر دیتا ہے۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
کوچ کرو تم، ہلکے بھی اور بھاری بھی اور جہاد کرو ساتھ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے اللہ کی راہ میں
ذِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا
یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم علم رکھتے ○ اگر ہوتا مال جلد مل جانے والا اور سفر (بھی)
قَاصِدًا لَا تَبْعُوكَ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ
درمیانہ تو ضرور پیروی کرتے وہ آپ کی لیکن دور دکھائی دی ان کو مسافت اور عنقریب وہ قسمیں کھائیں گے
بِاللَّهِ لَوْ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ
اللہ کی کہ اگر ہم استطاعت رکھتے تو ضرور نکلتے ہم تمہارے ساتھ ہلاک کر رہے ہیں وہ اپنی ہی جانوں کو

وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۳۲﴾

اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے راستے میں جہاد کے لیے نکلنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ ”نکلو ہلکے اور بوجھل“، یعنی تنگی اور فراخی، نشاط اور ناگواری، گرمی اور سردی تمام احوال میں جہاد کے لیے نکلو۔ ﴿وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے جہاد کرو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دو اور اپنی جان و مال کو کھپا دو۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس طرح جان کے ساتھ جہاد فرض ہے اسی طرح بوقت ضرورت مال کے ساتھ بھی جہاد فرض ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ”یہ تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ تمہیں علم ہو۔“ یعنی گھر بیٹھ رہنے کی نسبت جان و مال سے جہاد کرنا تمہارے لئے بہتر ہے، کیونکہ جہاد میں اللہ تعالیٰ کی رضا اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجات کا حصول اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اس کی فوج اور اس کے گروہ میں داخل ہونا ہے۔ ﴿لَوْ كَانَ﴾ ”اگر ہوتا“ ان کا گھروں سے نکلنا ﴿عَرَضًا قَرِيبًا﴾ ”جلد حاصل ہو جانے والا سامان۔“، یعنی دنیوی نفع (مال غنیمت) سہل الحصول ہوتا۔ ﴿وَلَوْ﴾ ”اور“ ہوتا ﴿سَفَرًا قَاصِدًا﴾ ”سفر ہلکا“، قریب اور آسان۔ ﴿لَا تَبْعُوكَ﴾ تو (زیادہ مشقت نہ ہونے کی وجہ سے) ضرور آپ کی پیروی کرتے۔ ﴿وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ﴾ ”لیکن لمبی نظر آئی ان کو مشقت“

یعنی مسافت بہت طویل تھی اور سفر پر صعوبت تھا لہذا وہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ اور یہ عبودیت کی علامات نہیں ہیں۔ بندہ درحقیقت ہر حال میں اپنے رب کا عبادت گزار ہے عبادت خواہ مشکل ہو یا آسان وہ اپنے رب کی عبودیت کو قائم کرتا ہے۔ یہی بندہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔

﴿وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوْ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ﴾ ”اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے، تو ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔“ یعنی وہ جہاد کے لیے نہ نکلنے اور پیچھے رہ جانے پر قسمیں اٹھا کر کہیں گے کہ وہ معذور تھے اور وہ جہاد کے لیے نکلنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ ﴿يُهْلِكُونَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ”اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں۔“ یعنی جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے، جھوٹ بولنے اور خلاف واقع خبر دینے پر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاِبُونَ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“ یہ عتاب منافقین کے لیے ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہو کر پیچھے بیٹھ رہے اور مختلف قسم کے جھوٹے عذر پیش کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان منافقین کو آزمائے بغیر کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے ان کے محض معذرت پیش کرنے پر معاف فرمادیا بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان منافقین کا عذر قبول کرنے کی جلدی پر آپ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذْنْتَ لَهُمْ حَتّٰی يَتَّبِعْنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ
معاف کر دیا اللہ نے آپ کو کیوں اجازت دی آپ نے انکو؟ یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ کیلئے وہ لوگ جو سچے تھے اور جان لیتے آپ
الْكَذِبِيْنَ ﴿۳۶﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ
جھوٹوں کو ○ نہیں اجازت مانگتے آپ سے وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور یوم آخرت پر اس سے کہ
يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّمَا
وہ جہاد کریں ساتھ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے اور اللہ خوب جانے والا ہے پرہیزگاروں کو ○ بے شک
يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ
اجازت تو وہی مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ اور یوم آخرت پر اور شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کے دل
فَهُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنْهُمْ يَكَرُّوْنَ دُوْنَ ﴿۳۸﴾

پس وہ اپنے شک میں پڑے تردد کر رہے ہیں ○

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ﴾ ”اللہ نے آپ سے درگزر فرمایا“ اور آپ سے جو کچھ صادر ہوا اسے بخش دیا۔ ﴿لِمَ اَذْنْتَ لَهُمْ﴾ ”آپ نے (انہیں پیچھے رہ جانے کی) اجازت کیوں دی۔“ ﴿حَتّٰی يَتَّبِعْنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِيْنَ﴾ ”حتیٰ کہ آپ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی آپ کو معلوم ہو جاتے

جو چھوٹے ہیں۔“ یعنی ان کو آزمانے کے بعد معلوم ہوتا کہ سچا کون اور جھوٹا کون ہے، تب آپ اس شخص کا عذر قبول فرماتے جو اس کا مستحق ہے اور اس شخص کا عذر قبول نہ فرماتے جو اس کا مستحق نہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے اپنے جان و مال کے ذریعے سے جہاد ترک کرنے کی اجازت طلب نہیں کرتے، بلکہ بغیر کسی عذر کے جہاد ترک کرنے کی اجازت مانگنا تو کجا، بغیر کسی ترغیب کے ایمان اور بھلائی میں ان کی رغبت انہیں جہاد پر آمادہ رکھتی ہے۔ ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾ اور اللہ متقین کو خوب جانتا ہے۔“ پس وہ انہیں اس بات کی جزا دے گا کہ انہوں نے تقویٰ کو قائم رکھا۔ متقین کے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہی ہے کہ اس نے آگاہ فرمایا کہ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ جہاد چھوڑنے کی اجازت نہیں مانگتے۔ ﴿إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ ”آپ سے رخصت تو صرف وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں“ یعنی ان کے اندر ایمان کامل اور یقین صادق نہیں ہے اسی لئے بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہے۔ قتال کے بارے میں وہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حاجت محسوس کرتے ہیں کہ وہ قتال ترک کرنے کی اجازت طلب کریں۔ ﴿فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَكَرَّدُونَ﴾ ”اور وہ اپنے شک میں متردد رہتے ہیں۔“

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عُدُوًّا لَهُ عُدَّةٌ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ
 فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٣٧﴾ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ
 إِلَّا خَبَالًا وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ
 مِغْرَجًا بَنِي أَوْرَابَةَ دُورًا تَهُمَّ (اپنے گھوڑے) تمہارے درمیان تلاش کرتے ہوئے تمہارے اندر فتنہ اور تم میں (کچھ) جاسوس ہیں
 لَهُمُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٣٨﴾ لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا
 لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونُ ﴿٣٩﴾
 آپ کے لیے معاملات کو یہاں تک کہ آگیا حق اور غالب ہو گیا حکم اللہ کا جبکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے جہاد سے جی چڑا کر پیچھے رہ جانے والے منافقین کی علامات اور قرآن سے ظاہر ہو گیا ہے کہ جہاد کے لیے نکلنے کا ان کا ارادہ ہی نہ تھا اور ان کی وہ معذرتیں جو وہ پیش کر رہے ہیں سب باطل ہیں، کیونکہ عذر جہاد کے لیے نکلنے سے تب مانع ہوتا ہے جب بندہ مومن پوری کوشش کر کے جہاد کے لیے نکلنے

کے تمام اسباب استعمال کرنے کی سعی کرتا ہے، پھر کسی شرعی مانع کی وجہ سے جہاد کے لیے نکل نہیں سکتا تو یہی وہ شخص ہے جس کا عذر قبول ہے۔ ﴿و﴾ ”اور“ یہ منافقین ﴿لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَاَعَدُّوا لَهٗ عَدَّةً﴾ ”اگر نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور کچھ سامان تیار کرتے“ یعنی وہ تیاری کرتے اور ایسے تمام اسباب عمل میں لاتے جو ان کے بس میں تھے۔ چونکہ انہوں نے اس کے لیے تیاری نہیں کی اس لئے معلوم ہوا کہ ان کا جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ ہی نہ تھا ﴿وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ اِشْبَعَاتْهُمْ﴾ ”لیکن اللہ نے پسند نہیں کیا ان کا اٹھنا“ یعنی ان کا جہاد کے لیے تمہارے ساتھ نکلنا اللہ تعالیٰ کو نا پسند ہوا ﴿فَتَبَطَّهٖمْ﴾ ”سوروک دیا ان کو“ اللہ تعالیٰ نے قضا و قدر کے ذریعے سے ان کو جہاد کے لیے نکلنے سے باز رکھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا تھا اور اس کی ان کو ترغیب بھی دی اور وہ ایسا کرنے کی قدرت بھی رکھتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی بنا پر ان کی اعانت نہ فرمائی، اس نے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور ان کو جہاد کے لیے نکلنے سے باز رکھا۔ ﴿وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقُعْدٰیۖنَ﴾ ”اور کہا گیا بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ“ یعنی عورتوں اور معذوروں کے ساتھ بیٹھ رہو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَوْ خَرَجُوا فِیْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا﴾ ”اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے نقصان ہی میں اضافہ کرتے“ (خبالاً) یعنی ”نقصان“ ﴿وَلَا اَوْصَعُوا خَلْلَكُمْ﴾ ”اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان“ یعنی تمہارے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے اور تمہاری متحد جماعت میں تفرقہ پیدا کرتے۔ ﴿یَبْغُوْنَکُمْ الْفِتْنَةَ﴾ ”بگاڑ کر ان کی تلاش میں“ یعنی وہ تمہارے درمیان فتنہ برپا کرنے اور عداوت پیدا کرنے کے بہت حریص ہیں۔ ﴿وَفِیْکُمْ﴾ ”اور تمہارے اندر“ ضعیف العقل لوگ موجود ہیں۔ جو ﴿سَاعُوْنَ لَہُمْ﴾ ”جاسوسی کرتے ہیں ان کے لئے“ یعنی ان کے دھوکے میں آ کر ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ پس جب وہ تمہیں تنہا چھوڑ دینے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے اور تمہیں تمہارے دشمنوں کے خلاف لڑنے سے باز رکھنے کے بہت حریص ہیں اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی بات کو قبول کرتے ہیں اور ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں، تو کیا آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اگر وہ جہاد کے لیے اہل ایمان کے ساتھ نکلتے تو انہیں کتنا زیادہ نقصان پہنچتا؟

پس اللہ تعالیٰ کی حکمت کتنی کامل ہے کہ اس نے ان کو اس سے باز رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر رحم اور لطف و کرم کرتے ہوئے ان کے ساتھ جہاد کے لیے نکلنے سے ان کو روک دیا، تاکہ وہ ان کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں جس سے ان کو کوئی فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان پہنچتا۔ ﴿وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیۡنَ﴾ ”اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“ پس وہ اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ وہ کیسے ان کی فتنہ پردازی سے بچیں، نیز وہ ان مفسد کو واضح کرتا ہے جو ان کے ساتھ میل جول سے پیدا ہوتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ پہلے بھی ان

کی شرانگیزی ظاہر ہو چکی ہے۔ ﴿لَقَدْ ابْتِغَوْا لِفِتْنَةٍ مِّن قَبْلُ﴾ ”وہ اس سے پہلے بھی بگاڑ تلاش کرتے رہے ہیں“ یعنی جب تم لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت بھی انہوں نے فتنہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ﴿وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ﴾ ”اور الٹتے رہے ہیں آپ کے کام“ یعنی انہوں نے افکار کو الٹ پلٹ کر ڈالا تمہاری دعوت کو ناکام کرنے اور تمہیں تنہا کرنے کے لیے حیلہ سازیاں کیں اور اس میں انہوں نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ ﴿حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ﴾ ”یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا اور وہ ناخوش تھے“ پس ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں اور ان کا باطل مضحل ہو گیا۔ سو اس قسم کے لوگ اسی قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ان سے بچنے کی تلقین کرے اور اہل ایمان ان کے پیچھے رہ جانے کی پروا نہ کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّن يَّقُولُ اِئْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْۖ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں! اجازت دیجئے مجھے اور نہ فتنے میں ڈالیں مجھے۔ آگاہ رہو! فتنے میں تو وہ گر چکے ہیں!

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۳۹﴾

اور بے شک جہنم یقیناً گھیرنے والی ہے کافروں کو ○

اور ان منافقین میں کچھ وہ بھی تھے جو جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگتے تھے اور عجیب و غریب قسم کے عذر پیش کرتے تھے۔ کوئی یہ کہتا تھا ﴿اِئْذَنْ لِّيْ﴾ ”مجھے (پیچھے رہنے کی) اجازت دیجئے۔“ ﴿وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾ ”اور مجھے (گھر سے نکلنے کے باعث) فتنے میں نہ ڈالئے۔“ کیونکہ جب میں بنی اصف (رومیوں) کی عورتوں کو دیکھوں گا تو صبر نہیں کر سکوں گا۔ جیسا کہ جد بن قیس نے کہا تھا..... اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے اس کا مقصد محض ریا اور نفاق تھا اور وہ اپنی زبان سے ظاہر کرتا تھا کہ اس کا مقصد اچھا ہے اور جہاد میں نکلنے سے وہ فتنہ اور شر میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر وہ جہاد کے لیے نہ جائے تو عافیت میں ہوگا اور فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے جھوٹ کا پول کھولتے ہوئے فرمایا ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ ”خبردار! وہ تو گمراہی میں پڑ چکے“ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قائل اپنے قصد میں سچا ہے تب بھی پیچھے رہ جانے میں بہت بڑی مفسدات اور عظیم فتنہ متحقق ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نیز کبیرہ گناہ کے ارتکاب اور اس کے بہت بڑے بوجھ کو اٹھانے کی جسارت۔ رہا جہاد کے لیے نکلنا تو جہاد کے لیے نکلنے میں نہ نکلنے کی نسبت بہت تھوڑے مفاسد ہیں اور وہ بھی محض متوہم ہیں۔ بایں ہمہ اس قائل کا مقصد پیچھے رہنے کے سوا کچھ بھی نہیں اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ ”بے شک جہنم گھیر رہی ہے کافروں کو“ جہنم سے بھاگ کر ان کے لیے کوئی پناہ اور کوئی مفر نہیں جہنم سے ان کے لیے گلو خلاصی ہے نہ نجات۔

إِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

اگر پہنچتی ہے آپ کو کوئی بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچتی ہے آپ کو کوئی مصیبت تو کہتے ہیں وہ تحقیق ہم نے تو اختیار کر لی تھی (احتیاط)

أَمَرْنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ⑤ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا

اپنے معاملے میں پہلے ہی اور پھرتے ہیں وہ شاداں و فرحان ⑤ کہہ دیجئے! ہرگز نہیں پہنچے گا ہمیں مگر وہی

كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑥

جو لکھ دیا ہے اللہ نے ہمارے لیے وہی ہے کارساز ہمارا اور اوپر اللہ ہی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں مومن ⑥

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کے بارے میں یہ واضح کرتے ہوئے کہ وہی حقیقی دشمن اور اسلام کے خلاف بغض رکھنے والے ہیں..... فرماتا ہے ﴿إِنْ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ﴾ ”اگر پہنچے آپ کو کوئی بھلائی“ مثلاً فتح و نصرت اور دشمن کے خلاف آپ کی کامیابی ﴿تَسُؤْهُمْ﴾ ”تو ان کو بری لگتی ہے۔“ یعنی ان کو غمزدہ کر دیتی ہے ﴿وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ﴾ ”اور اگر آپ کو پہنچے کوئی مصیبت“ مثلاً آپ کے خلاف دشمن کی کامیابی ﴿يَقُولُوا﴾ ”تو کہتے ہیں۔“ آپ کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے سلامت رہنے کی بنا پر نہایت فخر سے کہتے ہیں: ﴿قَدْ أَخَذْنَا أَمْرًا مِنْ قَبْلُ﴾ ہم نے اس سے پہلے اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور ہم نے ایسا رویہ رکھا جس کی وجہ سے ہم اس مصیبت میں گرفتار ہونے سے بچ گئے ﴿وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ﴾ ”اور پھر کر جائیں وہ خوشیاں کرتے ہوئے“ یعنی وہ آپ کی مصیبت اور آپ کے ساتھ اس میں عدم مشارکت پر خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اس قول کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ ”کہہ دیجئے! ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے“ یعنی جو کچھ اس نے مقدر کر کے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ ﴿هُوَ مَوْلَانَا﴾ ”وہی ہمارا کارساز ہے۔“ یعنی وہ ہمارے تمام دینی اور دنیاوی امور کا سرپرست ہے پس ہم پر اس کی قضا و قدر پر راضی رہنا فرض ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں ﴿وَعَلَى اللَّهِ﴾ ”اور اللہ پر“ یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ ہی پر ﴿فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ”مومنوں کو توکل کرنا چاہیے۔“ یعنی اہل ایمان کو اپنے مصالح کے حصول اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اعتماد اور اپنے مطلوب و مقصود کی تحصیل کی خاطر اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی خائب و خاسر نہیں ہوتا اور جو غیروں پر تکیہ کرتا ہے تو وہ ایک تو بے یار و مددگار رہے گا دوسرے اپنی امیدوں کے حصول میں ناکام رہے گا۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

کہہ دیجئے! انہیں انتظار کرتے تم ہمارے معاملے میں مگر ایک کا دو بھلائیوں میں سے اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے حق میں

أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ

یہ کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے

فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُونَ ﴿۵۲﴾

پس انتظار کرو تم، بلاشبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں ○

آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے جو تم لوگوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹنے کا انتظار کر رہے ہیں ”تم ہمارے بارے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ تم ہمارے بارے میں ایسی چیز کا انتظار کر رہے ہو جو مآل کار ہمارے لئے فائدہ مند ہے اور وہ ہے دو میں سے ایک بھلائی۔“

(۱) دشمنوں پر فتح و نصرت اور اخروی اور دنیاوی ثواب کا حصول۔

(۲) شہادت جو مخلوق کے لئے سب سے اعلیٰ درجہ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ارفع مقام ہے۔

اور اے گروہ منافقین! ہم جو تمہارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے توسط کے بغیر تمہیں عذاب دے گا یا ہمیں تم پر مسلط کر کے ہمارے ذریعے سے تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا، پس ہم تمہیں قتل کریں گے۔

﴿فَتَرَبَّصُوا﴾ ”پس تم منتظر ہو۔“ پس تم ہمارے بارے میں (اس بھلائی کے) منتظر ہو ﴿إِنَّا مَعَكُمْ

مُتَرَبِّصُونَ﴾ ”ہم تمہارے بارے میں (اس برائی کے) منتظر ہیں۔“

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِنَّا كُنْتُمْ قَوْمًا

کہہ دیجئے! خرچ کرو تم، خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا تم سے، کیونکہ تم ہو قوم

فَاسِقِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقَبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ

نافرمان ○ اور نہیں مانع ہوا ان کے یہ کہ قبول کئے جائیں ان سے ان کے صدقات، مگر یہ (امر کہ) بلاشبہ کفر کیا انہوں نے اللہ کے ساتھ

وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كَسَالَى

اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے وہ نماز کو مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوتے ہیں

وَلَا يَنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿۵۴﴾

اور نہیں خرچ کرتے وہ مگر ناگواری کے ساتھ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کے صدقات کے بطلان اور اس کے سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ﴾

ان سے کہہ دیجئے ﴿أَنْفِقُوا طَوْعًا﴾ ”خوشی سے خرچ کرو۔“ یعنی بطیب خاطر خرچ کرو ﴿أَوْ كَرْهًا﴾ ”یا

ناخوشی سے، یا اپنے اختیار کے بغیر ناگواری کے ساتھ خرچ کرو۔ ﴿لَنْ يَتَقَبَّلَ مِنْكُمْ﴾ ”تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کو قبول نہیں کرے گا۔ ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَسِيقِينَ﴾ ”اس لیے کہ تم نافرمان لوگ ہو۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلے۔ اے لوگ ہو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے فسق اور ان کے اعمال کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقَبَّلَ مِنْهُمْ لَفَقَتْهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”اور نہیں موقوف ہوا ان کے خرچ کا قبول ہونا، مگر اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا۔“ ایمان تمام اعمال کے قبول ہونے کی شرط ہے اور یہ لوگ ایمان اور عمل صالح سے محروم لوگ ہیں حتیٰ کہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ جب یہ لوگ نماز..... جو کہ افضل ترین بدنی عبادت ہے..... پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی یہ حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ اِلَّا وَهُمْ كَسَالَى﴾ ”اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر۔“ یعنی نماز کے لیے بوجھل پن کے ساتھ اٹھتے ہیں چونکہ نماز ان پر گراں گزرتی ہے اس لیے نماز پڑھنا ان کے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ ﴿وَلَا يَنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كَرُهُونَ﴾ ”اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔“ یعنی وہ انشراح صدر اور ثبات نفس کے بغیر خرچ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی مذمت کی انتہا ہے جو ان جیسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بندے کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ نماز کے لیے آئے تو نشاط بدن اور نشاط قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے، تو انشراح صدر اور ثبات قلب کے ساتھ خرچ کرے اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے اور صرف اسی سے ثواب کی امید رکھے اور منافقین کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا

پس نہ حیرت میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد یقیناً ارادہ کرتا ہے اللہ کہ عذاب دے ان کو ان کی وجہ سے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُونَ بِاللهِ

دنیا کی زندگی ہی میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں ○ اور قسمیں کھاتے ہیں وہ اللہ کی

اِنَّهُمْ لَبِئْسَ لَكُمْ وَمَا هُمْ بِمَنْكُمُ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً

کہ بیشک وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ نہیں ہیں وہ تم میں سے لیکن وہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ڈرتے ہیں ○ اگر پائیں وہ کوئی جائے پناہ

اَوْ مَغْرَبٍ اَوْ مَدْخَلًا لَّوَلَوْ اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْحَدُونَ ﴿۵۷﴾

یا غاریں یا کوئی اور گھس بیٹھنے کی جگہ تو ضرور بھاگ جائیں وہ اس کی طرف رسیاں تڑاتے ہوئے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کا مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالے، کیونکہ یہ کوئی قابل رشک بات نہیں۔ مال اور اولاد کی ایک ”برکت“ ان پر یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مال اور اولاد کو اپنے رب کی رضا پر ترجیح دی اور اس کی خاطر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا، فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ”اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے۔“ یہاں عذاب سے مراد وہ مشقت اور کوشش ہے جو اسے حاصل کرنے میں انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے اور اس میں دل کی تنگی اور بدن کی مشقت ہے۔ اگر آپ اس مال کے اندر موجود ان کی لذات کا مقابلہ اس کی مشقتوں سے کریں تو ان لذتوں کی ان مشقتوں کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں اور ان لذات نے چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے اس لئے یہ ان کے لیے اس دنیا میں بھی وبال ہیں۔ ان کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ ان کا دل انہی لذات میں مگن رہتا ہے اور ان کے ارادے ان لذات سے آگے نہیں بڑھتے، یہ لذات ان کی منتہائے مطلوب اور ان کی مرغوبات ہیں، ان کے قلب میں آخرت کے لیے کوئی جگہ نہیں اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ یہ لوگ دنیا سے اس حالت میں جائیں ﴿وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ ”اور جب ان کی جان نکلے تو وہ کافر ہی ہوں۔“ یعنی اس حالت میں ان کی جان نکلے کہ ان کا رویہ انکار حق ہو۔ تب اس عذاب سے بڑھ کر کون سا عذاب ہے جو دائمی بدبختی اور کبھی دور نہ ہونے والی حسرت کا موجب ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ﴾ ”اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بے شک تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں“ ان کی قسمیں اٹھانے میں ان کا مقصد یہ ہے ﴿قَوْمٌ يَفْرَقُونَ﴾ ”وہ ایسے لوگ ہیں جو (تم سے) خوفزدہ ہیں۔“ یعنی وہ گردشِ ایام سے خائف ہیں اور ان کے دل ایسی شجاعت سے محروم ہیں جو ان کو اپنے احوال بیان کرنے پر آمادہ کرے۔ وہ اس بات سے خائف ہیں کہ اگر انہوں نے اپنا حال ظاہر کر دیا اور کفار سے براءت کا اظہار کر دیا تو ہر طرف سے لوگ ان کو اچک لیں گے۔ رہا وہ شخص جو دل کا مضبوط اور مستقل مزاج ہے تو یہ صفات اسے اپنا حال..... خواہ وہ اچھا ہو یا برا..... بیان کرنے پر آمادہ رکھتی ہیں۔ مگر اس کے برعکس منافقین کو بزدلی کا لباس اور جھوٹ کا زیور پہنا دیا گیا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی بزدلی کی شدت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُوَيْدُونَ مَلْجَأٌ﴾ ”اگر وہ کوئی پناہ گاہ پا لیں“ تو جس وقت ان پر مصائب نازل ہوں تو یہ اس میں پناہ لے لیں ﴿أَوْ مَغْرَبٌ﴾ ”یا کوئی غاریں“ جن میں یہ داخل ہو کر اسے اپنا ٹھکانا بنالیں ﴿أَوْ مَدْحَلًا﴾ ”یا سرگھسانے کی جگہ“ یعنی انہیں ایسی جگہ مل جائے جہاں یہ گھس بیٹھیں اور اس طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لیں ﴿لَوْ تَوَّأ إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ﴾ ”تو اٹھ بھاگیں گے اسی طرف رسیاں تڑاتے“ یعنی اس کی طرف تیزی سے بھاگیں گے۔ پس یہ ایسے ملکہ سے محروم ہیں جس کے ذریعے

سے وہ ثابت قدمی پر قادر ہوں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ دَيِّئًا مَّا اسْكَبْنَا اللَّهُ سَيِّئَاتِنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۚ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ۖ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

إِنَّا إِلَى اللَّهِ دُغْبُونَ ﴿٦١﴾

پیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں ○

یعنی ان منافقین میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ کی عیب جوئی اور اس بارے میں آپ پر تنقید کرتے ہیں اور ان کی تنقید اور نکتہ چینی کسی صحیح مقصد کی خاطر اور کسی رائج رائے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ انہیں بھی کچھ عطا کیا جائے۔ ﴿فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ﴾ ”پس اگر اس میں سے ان کو دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے ان کو تو جب ہی وہ ناخوش ہو جاتے ہیں۔“ حالانکہ بندے کے لئے مناسب نہیں کہ اس کی رضا اور ناراضی دنیاوی خواہش نفس اور کسی فاسد غرض کے تابع ہو بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کی خواہشات اپنے رب کی رضا کے تابع ہوں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهِ» ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔“^①

یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ دَيِّئًا مَّا اسْكَبْنَا اللَّهُ سَيِّئَاتِنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۚ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ۖ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے“ اور اس نے جو کچھ ہماری قسمت میں رکھا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی امید رکھیں ﴿سَيِّئَاتِنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۚ إِنَّا إِلَى اللَّهِ دُغْبُونَ﴾ ”وہ اللہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم تو اللہ ہی کی طرف رغبت رکھتے ہیں“ یعنی اپنی منفعتوں کے حصول اور نقصانات سے بچنے کے لیے نہایت عاجزی سے اس سے دعا کرتے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَبْدِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ

جسک زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور ان اہل کاروں کے لیے ہے جو اس (کی وصولی) پر مقرر ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب منظور ہے

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرْمَيْنِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً

اور (خرچ کرنا ہے) گردنیں (چھڑانے) میں اور تاوان (اور قرض) ادا کرنے والوں میں اور اللہ کی راہ اور مسافروں میں (یہ) فریضہ ہے

مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۰

اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے صدقات و اچہ کی تقسیم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ﴾ ”صدقات و خیرات“ یعنی زکوٰۃ واجب..... اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مستحب صدقات ہر ایک شخص کو دیئے جاسکتے ہیں، ان صدقات کو خرچ کرنے کے لیے کسی کو مختص نہیں کیا گیا۔ جب کہ صدقات واجبہ صرف ان لوگوں پر خرچ کئے جائیں جن کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صدقات کے مصرف کو صرف انہی لوگوں میں محدود رکھا ہے۔ ان کی آٹھ اصناف ہیں۔

(۲۱) فقراء و مساکین: اس مقام پر یہ دو الگ اقسام ہیں جن میں تفاوت ہے، فقیر مسکین سے زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اصناف کے ذکر کی ابتداء ”فقیر“ سے کی ہے اور ابتداء کا طریقہ یہی ہے کہ پہلے سب سے اہم چیز کا، پھر اس سے کم تر مگر دوسروں سے اہم تر کا بیان ہوتا ہے۔ فقیر کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یا جس سے کفایت ہو سکتی ہو اس کے پاس اس کے نصف سے بھی کم ہو۔ مسکین اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پاس کفایت سے نصف یا اس سے کچھ زیادہ موجود ہو مگر اس کے پاس پوری کفایت موجود نہ ہو، کیونکہ اگر اس کے پاس پوری کفایت موجود ہو تو وہ غنی ہوتا۔ پس فقراء اور مساکین کو اتنی زکوٰۃ دی جائے جس سے ان کا فقر و فاقہ اور مسکنت زائل ہو جائے۔

(۳) وہ لوگ جو صدقات کی وصولی وغیرہ کے کام پر مامور ہوں اور یہ وہ لوگ ہیں جو صدقات کے ضمن میں کسی ذمہ داری میں مشغول ہوں، ان کی وصولی کرنے والے صدقات کے مویشیوں کو چرانے والے، ان کے نقل و حمل کا انتظام کرنے والے اور صدقات کا حساب کتاب لکھنے والے سب ”عالمین“ کے زمرے میں آتے ہیں..... لہذا ان کو ان کے کام کا معاوضہ صدقات میں سے دیا جائے اور یہ ان کے کام کی اجرت ہے۔

(۴) وہ لوگ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ (مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوبِ) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی اپنی قوم میں

اطاعت کی جاتی ہے جس کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو یا جس کے شر کا خوف ہو، یا جس کو عطا کرنے سے اس کی قوت ایمان میں اضافہ ہوتا ہو یا اس جیسے کسی اور شخص کے اسلام قبول کرنے کی توقع ہو یا کسی ایسے شخص سے صدقات وصول ہونے کی توقع ہو جو صدقات ادا نہ کرتا ہو۔ اس صورت میں ﴿وَالْمَوْلَافَةُ قُلُوبُهُمْ﴾ کو صدقات میں سے دیا جاسکتا ہے جس میں کوئی مصلحت اور ان کی تالیف قلب مطلوب ہو۔

- (۵) گردنیں چھڑانے میں اس سے مراد وہ غلام ہیں جنہوں نے اپنے آقاؤں سے مکاتبت کے ذریعے سے آزادی خرید رکھی ہو اور وہ غلامی سے اپنی گردن چھڑانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں۔ پس زکوٰۃ کی مد سے ان کی مدد کی جاسکتی ہے اور وہ مسلمان جو کفار کی قید میں ہیں ان کو آزاد کرانے کے لیے بھی زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ مسلمان قیدی بدرجہ اولیٰ اس مد کے مستحق ہیں اور مستقلاً کسی غلام کو آزاد کرنے پر خرچ کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی (وفی الرقاب) کے زمرے میں آتے ہیں۔
- (۶) قرض داروں کی مدد کرنے میں قرض داروں کی دو قسمیں ہیں۔

(اول) وہ قرض دار جنہوں نے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے قرض اٹھایا ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دو گروہوں کے درمیان کوئی فتنہ یا فساد پھیل جائے تو وہ آدمی ان دونوں کے درمیان پڑ کر ان کے مابین صلح کروا کر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے یا سب کی طرف سے مالی تاوان ادا کر دے۔ اس قسم کے قرض دار پر زکوٰۃ کی مد میں سے خرچ کیا جاسکتا ہے، تاکہ اس کے لیے زیادہ نشاط انگیز اور اس کے عزم کے لیے زیادہ قوت کا باعث ہو۔ وہ اگرچہ مال دار بھی ہو، تب بھی اسے زکوٰۃ کی مد میں سے عطا کیا جاسکتا ہے۔

(ثانی) دوسری قسم کا قرض دار وہ ہے جس نے کسی ذاتی ضرورت کی بنا پر قرض لیا مگر وہ عسرت کی وجہ سے قرض واپس نہ کر سکا۔ تو اسے صدقات میں سے اتنا مال عطا کیا جائے جس سے اس کے ذمہ سے قرض ادا ہو جائے۔

- (۷) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے۔ یہ وہ مجاہدین ہیں جو رضا کارانہ جہاد میں شریک ہوتے ہیں جن کا نام باقاعدہ فوج میں درج نہیں۔ ان کو زکوٰۃ کی مد میں سے اتنا مال عطا کیا جاسکتا ہے جو جہاد میں اس کی سواری، اسلحہ اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کے لیے کافی ہوتا کہ وہ اطمینان قلب کے ساتھ پوری طرح سے جہاد میں شریک ہو سکے۔

بہت سے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر روزی کمانے پر قدرت رکھنے والا شخص اپنے آپ کو طلب علم کے لیے

وقف کر دے تو اسے بھی زکوٰۃ میں سے مال دیا جائے۔ کیونکہ حصول علم بھی جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے، نیز بعض فقہا کہتے ہیں کہ کسی فقیر کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ میں سے مال عطا کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ قول محل نظر ہے۔^①

(۸) مسافر اور یہاں مسافر سے مراد وہ غریب الوطن ہے جو اپنے وطن سے دور پردیس میں منقطع ہو کر رہ گیا ہو۔ اسے زکوٰۃ کی مد میں سے اتنا مال عطا کیا جاسکتا ہے جو اسے اپنے وطن پہنچانے کے لیے کافی ہو۔ یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں صرف انہی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ﴿فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو فرض اور مقرر کیا ہے اور فریضہ زکوٰۃ اس کے علم اور اس کی حکمت کے تابع ہے۔ واضح رہے کہ صدقات کے یہ آٹھ مصارف دو امور کی طرف راجع ہیں۔

(۱) وہ شخص جسے اس کی حاجت اور فائدے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی ہے، مثلاً فقیر اور مسکین وغیرہ۔
(۲) وہ شخص جسے اس لئے زکوٰۃ دی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت و حاجت ہوتی ہے اور اسلام کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال داروں کے مال میں سے یہ حصہ عوام و خواص اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ مگر مال دار لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ صحیح معنوں میں شرعی طریقے سے ادا کریں تو مسلمانوں میں کوئی فقیر نہ رہے اور اسی طرح زکوٰۃ سے اتنا مال جمع ہو سکتا ہے جس سے سرحدوں کی حفاظت، کفار کے ساتھ جہاد اور دیگر تمام دینی مصالح کا انتظام ہو سکتا ہے۔

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ
اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایذا دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں وہ تو کان ہے کہہ دیجئے! (وہ) کان ہے بھلائی کا تمہارے لیے
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین رکھتا ہے مومنوں (کی باتوں) پر اور رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے
وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ^② يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ
اور وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں رسول اللہ کو ان کے لیے ہے عذاب بہت دردناک ۝ وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی

① لیکن ان کی بنیاد سنن ابی داؤد وغیرہ کی ایک روایت ہے جس کی رو سے حج و عمرہ پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے لیکن اس میں عمرہ کے ذکر کو شاذ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارواء الغلیل ۳/۳۷۲)
علاوہ ازیں صحابہ میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ائمہ میں سے امام احمد و امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ”زکوٰۃ“ عشر صدقۃ الفطر۔ ص ۱۰۳-۱۰۴ مطبوعہ دارالسلام۔ (ص-ی)

لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ إِنْ كَانُوا

تمہارے سامنے تاکہ راضی کریں تمہیں! حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے اسکا کہ وہ اس کو راضی کریں! اگر ہیں وہ

مُؤْمِنِينَ ﴿٦﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مِنْ يُحَادِدِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ

مومن ۰ کیا نہیں معلوم ہوا انہیں کہ بے شک جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بلاشبہ اس کے لیے ہے

نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٧﴾

آگ جہنم کی ہمیشہ رہے گا وہ اس میں! یہ ہے رسوائی بہت بڑی ۰

یعنی یہ منافقین ﴿الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ﴾ ”جو نبی کو ایذا دیتے ہیں۔“ یعنی جو ردی اقوال اور عیب جوئی کے ذریعے سے نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ أَذُنٌ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ وہ کان (کا کچا) ہے۔“ اور انہیں اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ ان کی بدگوئی کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو دکھ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ان میں سے کچھ باتیں آپ تک پہنچتی ہیں تو ہم آپ کے پاس معذرت پیش کرنے کے لیے آ جاتے ہیں اور آپ ہماری معذرت قبول کر لیتے ہیں! کیونکہ آپ کان کے کچے ہیں۔ یعنی آپ سے جو کچھ کہا جاتا ہے آپ اسے تسلیم کر لیتے ہیں سچے اور جھوٹے میں تمیز نہیں کرتے۔ ان کا مقصد تو محض یہ تھا..... اللہ ان کا برا کرے..... کہ وہ اس بات کی کوئی پروا کریں نہ اس کو اہمیت دیں، کیونکہ اگر ان کی کوئی بات آپ تک نہ پہنچے تو یہی ان کا مطلوب ہے اور اگر آپ تک وہ بات پہنچ جائے تو صرف باطل معذرتوں پر اکتفا کریں۔ پس انہوں نے بہت سے پہلوؤں سے برائی کا رویہ اختیار کیا:

(۱) ان میں سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ اپنے نبی (ﷺ) کو ایذا پہنچاتے ہیں جو ان کی رہنمائی اور ان کو ہلاکت اور شقاوت کے گڑھے سے نکال کر ہدایت اور سعادت کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے تشریف لائے۔

(۲) وہ اس ایذا رسانی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے یہ مجرد ایذا رسانی پر ایک قدر زائد ہے۔

(۳) وہ نبی کریم ﷺ کی عقل و دانش میں عیب نکالتے تھے آپ کو عدم ادراک اور سچے اور جھوٹے کے درمیان امتیاز نہ کر سکنے کی صفات سے متصف کرتے تھے۔ حالانکہ آپ مخلوق میں سب سے زیادہ عقل کامل سے بہرہ مند بدرجہ اتم ادراک کے حامل، عمدہ رائے اور روشن بصیرت رکھنے والے تھے۔

بنابرین اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ أذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ”آپ کہہ دیجئے“ کان ہیں تمہاری بہتری کے لئے، یعنی جو کوئی بھلی اور سچی بات کہتا ہے آپ ﷺ اسے قبول فرما لیتے ہیں۔ رہا آپ کا صرف نظر کرنا اور جھوٹے عذرات پیش کرنے والے منافقین کے ساتھ سختی سے پیش نہ آنا، تو یہ آپ کی کشادہ نظری، ان کے

معاملے میں عدم اہتمام اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت کی بنا پر تھا۔ ﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ﴾ (التوبہ: ۹۵/۹) ”جب تم واپس لوٹو گے تو یہ منافقین قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے صرف نظر کرو پس تم ان کے معاملے کو نظر انداز کر دو کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔“ رہی یہ حقیقت کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے اور آپ کی رائے کیا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”وہ یقین کرتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں کی بات پر“ جو سچے اور تصدیق کرنے والے ہیں اور وہ سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتا ہے اگرچہ وہ بہت سے ایسے لوگوں سے صرف نظر کرتا ہے جن کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور ان میں سچائی معدوم ہے۔ ﴿وَرَحْمَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾ ”اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے“ کیونکہ وہی آپ کی وجہ سے راہ راست پر گامزن ہوتے اور آپ کے اخلاق کی پیروی کرتے ہیں۔ رہے اہل ایمان کے علاوہ دیگر لوگ تو انہوں نے اس رحمت کو قبول نہ کیا، بلکہ ٹھکرا دیا اور یوں وہ دنیا و آخرت کے گھاٹے میں پڑ گئے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يُّؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ”اور وہ لوگ جو (قول و فعل کے ذریعے سے) رسول اللہ کو دکھ دیتے ہیں۔“ ﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ دنیا و آخرت میں۔ اور دنیا میں ان کے لیے دردناک عذاب یہ ہے کہ آپ کو دکھ پہنچانے والے اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے اور ایذا پہنچانے والے کی حتمی سزا قتل ہے۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ﴾ ”وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکہ تمہیں راضی کریں“ اور ان کی طرف سے جو ایذا رسانی ہوئی وہ اس سے بری ٹھہریں۔ پس ان کی غرض و غایت محض یہ ہے کہ تم ان سے راضی رہو۔ ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ”حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اگر وہ مومن ہوں“ کیونکہ بندہ مومن اپنے رب کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا۔ یہ آیت ان کے ایمان کی نفی پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر دوسروں کی رضا کو مقدم رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور کھلی دشمنی ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھتا ہے اس کے لیے سخت وعید ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنْهُ مِنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ﴾ ”کیا انہوں نے نہیں جانا کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اہانت و تحقیر اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کر کے وہ اللہ اور اس کے رسول سے بہت دور اور ان کے مخالف ہو جائے ﴿فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ ”تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی کی بات ہے۔“ جس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہیں، کیونکہ وہ دائمی نعمتوں سے محروم ہو گئے اور بھڑکتی ہوئی آگ کا

عذاب حاصل کر لیا۔ ان کے حال سے اللہ کی پناہ!

يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ اَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوا ۚ اِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٢﴾ وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ نَحْنُ نَحْضُ وَنُلْعَبُ قُلِ اَبَا لِلّٰهِ وَاَيُّتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٣﴾ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلِ اَبَا لِلّٰهِ وَاَيُّتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٤﴾ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ اَلَمْ تَكُنْ اَبَا لِلّٰهِ وَاَيُّتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِتْنَةٌ اَلَمْ تَكُنْ اَبَا لِلّٰهِ وَاَيُّتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٦﴾

تم مذاق کرتے رہو بیشک اللہ ظاہر کرنے والا ہے وہ بات جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ پوچھیں ان سے تو وہ ضرور کہیں گے اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلِ اَبَا لِلّٰهِ وَاَيُّتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٣﴾ ہم تو تھے شخص شغل کے طور پر باتیں اور دل لگی کرتے کہہ دیجئے! کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ ﴿٦٤﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اب) عذر پیش نہ کرو یقیناً تم نے کفر کیا ہے بعد اپنے ایمان کے اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے نَعَذِّبُ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ تو ہم عذاب دیں گے (دوسرے) گروہ کو یہ سبب اس کے کہ بلاشبہ تھے وہ مجرم ○

اس سورہ کریمہ کو (الْفَاضِحَةُ) ”رسوا کرنے والی سورت“ کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اس نے منافقین کے بھید کھولے ہیں اور ان کے رازوں پر سے پردہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ”ان میں سے بعض“۔ ”ان میں سے بعض“ کہہ کر ان کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ لیکن متعین طور پر اشخاص کے نام نہیں لئے اس کے دو فائدے ہیں۔

- (۱) اللہ تعالیٰ ”مستار“ ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔
 - (۲) مذمت کا رخ ان تمام منافقین کی طرف ہے جو ان صفات سے متصف ہیں جس میں وہ بھی آگئے جو (بلا واسطہ) مخاطب تھے اور ان کے علاوہ قیامت تک آنے والے منافقین بھی اس میں شامل ہیں۔
- اس اعتبار سے اوصاف کا تذکرہ زیادہ عمومیت کا حامل اور زیادہ مناسب ہے تاکہ لوگ خوب خائف رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَیْسَ لَکُمْ مِّنْهُ الْمُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُعَذِّبَنَّکُمْ بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ لَیْسَ لَکُمْ مِّنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ مِّنْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا تُقِفُوْا اُحْذَرُوْا وَقَتِّلُوْا تَقْتِلُوْا﴾ (الأحزاب: ۶۰/۶۱) ”اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں بری بری افواہیں پھیلاتے ہیں اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ بہت تھوڑے دن ہی آپ کے پڑوس میں رہ سکیں گے۔ وہ دھتکارے ہوئے جہاں بھی پائے جائیں پکڑے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں“۔ اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ اَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾

”منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورت نازل ہو جو ان کو جہاد سے جو ان کے دلوں میں ہے“ یعنی وہ سورت ان کو ان کے کرتوتوں کے بارے میں آگاہ کر کے ان کی فضیحت کا سامان کرتی ہے اور ان کا بھید کھولتی ہے یہاں تک کہ ان کی کارستانیوں لوگوں کے سامنے عیاں ہو جاتی ہیں اور وہ دوسروں کے لیے سامان عبرت بن جاتے ہیں۔

﴿قُلِ اسْتَهِزُّوْا﴾ ”کہہ دو کہ ہنسی مذاق کیسے جاؤ۔“ یعنی استہزاء اور تمسخر کا تمہارا جو رویہ ہے اس پر قائم رہو ﴿اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ﴾ ”اللہ کھول کر رہے گا اس چیز کو جس سے تم ڈرتے ہو“ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور یہ سورت نازل فرمائی جو ان کے کرتوت بیان کر کے ان کو رسوا کرتی ہے اور ان کے رازوں پر سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلٰكِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ ”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں۔“ اس بارے میں جو وہ مسلمانوں اور ان کے دین کی بابت طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ غزوہ تبوک کے موقع پر کہتا تھا ”ہم نے ان جیسے لوگ نہیں دیکھے“ ان کی مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام تھے ”جو کھانے میں پیٹوں زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں بزدلی دکھانے والے ہیں۔“^①

جب انہیں یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی ہرزہ سرائی کا علم ہو گیا ہے تو معذرت کرتے اور یہ کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ﴿اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ ”ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی“ یعنی ہم تو ایک ایسی بات کہہ رہے تھے جس سے کسی کو نشانہ بنانا یا طعن اور عیب جوئی ہمارا مقصود نہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا عدم عذر اور ان کا جھوٹ واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلِ﴾ ان سے کہہ دیجئے: ﴿اٰیَا اللّٰهِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ۱ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ﴾ ”کیا تم اللہ سے اس کے حکموں سے اور اس کے رسول سے ٹھنھے کرتے تھے؟ تم بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ دین کی اساس اللہ تعالیٰ اس کے دین اور اس کے رسول کی تعظیم پر مبنی ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ استہزاء کرنا اس اساس کے منافی اور سخت متناقض ہے۔ بنا بریں جب وہ معذرت میں یہ بات کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا ﴿اٰیَا اللّٰهِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ۱ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ﴾ ”کیا تم اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ دل لگی کرتے تھے؟ اب معذرتیں نہ کرو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔“ فرمایا: ﴿اِنْ نَّعَفُ عَنْ طَآِفَةٍ مِّنْکُمْ﴾ ”اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف بھی کر دیں۔“ ان کی توبہ و استغفار اور ان کی ندامت کی وجہ

سے ﴿نُعَذِّبُ طَائِفَةً﴾ ”تاہم بعض کو ضروری عذاب دیں گے“ ﴿يَا نَهُمْ﴾ ”کیونکہ وہ“ یعنی اس سبب سے کہ ﴿كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ ”وہ گناہ گار تھے“ یعنی اپنے کفر و نفاق پر قائم ہیں۔ یہ آیات کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کوئی اپنا بھید چھپاتا ہے خاص طور پر وہ بھید جس میں اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازش، اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء ہو تو اللہ تعالیٰ اس بھید کو کھول دیتا ہے اس شخص کو رسوا کرتا ہے اور اسے سخت سزا دیتا ہے اور جو کوئی کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت ثابتہ کے ساتھ کسی قسم کا استہزاء کرتا ہے یا ان کا تمسخر اڑاتا ہے یا ان کو ناقص گردانتا ہے یا رسول اللہ ﷺ سے استہزاء کرتا ہے یا آپ کو ناقص کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کے گناہ کی توبہ قبول ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ط إِنَّ
أَوْرَثَهُمْ تَرِيقَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآتَوْا حَقَّهُمْ
وَعَدًا ۖ وَالْمُنْفِقِينَ ۖ وَالْمُنْفِقَاتُ وَالْكُفَّارَ
مَنَاقِقٍ ۖ وَبَيْنَ أَيْدِيهِمْ سُبُلُ الْمُنْفِقِينَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۖ

جہنم کی آگ کا ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں یہی (عذاب) کافی ہے ان کو اور لعنت کی ان پر

اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۖ

اللہ نے اور ان کے لیے عذاب ہے دائمی ○

﴿الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ﴾ ”منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں۔“ کیونکہ نفاق ان میں قدر مشترک ہے اس لئے وہ ایک دوسرے کے باہم دوست ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان اور منافقین کے درمیان موالات کا رشتہ منقطع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کا عمومی وصف بیان فرمایا جس سے ان کا چھوٹا اور بڑا کوئی بھی باہر نہیں۔ ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ﴾ ”وہ بری بات کا حکم دیتے ہیں“ اور وہ ہے کفر، فسق اور معصیت۔ ﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ﴾ ”اور معروف سے روکتے ہیں“ معروف سے مراد ایمان، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور آداب حسنہ ہیں۔ ﴿وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ﴾ ”اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھوں کو“ صدقہ اور بھلائی کے راستوں سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بخل کی صفت سے

موصوف کیا ہے۔ ﴿نَسُوا اللَّهَ﴾ ”وہ بھول گئے اللہ کو“ پس وہ بہت کم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ ﴿فَسَيَسْأَلُهُمْ﴾ ”تو وہ بھی بھول گیا ان کو“ یعنی ان پر رحمت کرنے سے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو بھلائی کی توفیق عطا نہیں کرتا اور نہ ان کو جنت میں داخل کرے گا بلکہ وہ ان کو جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں چھوڑ دے گا جہاں ان کو ہمیشہ رکھا جائے گا۔ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾ ”بے شک منافق ہی نافرمان ہیں“ اللہ تعالیٰ نے فسق کو منافقین میں محصور کر دیا، کیونکہ ان کا فسق دیگر فساق کے فسق سے زیادہ بڑا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کو دیا جانے والا عذاب دوسروں کو دیئے جانے والے عذاب کی نسبت زیادہ بڑا ہے۔ نیز اہل ایمان جب ان کے درمیان رہ رہے تھے تو ان منافقین کے باعث ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور ان سے بچنے کی نہایت سختی سے تاکید کی گئی۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارِنَا دَجَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ ”وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو جہنم کی آگ کا“ ہمیشہ رہیں گے اس میں وہی بس ہے ان کو اور لعنت کی ان پر اللہ نے اور ان کے لئے برقرار رہنے والا عذاب ہے“ اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم اور لعنت میں اکٹھا کر دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کیونکہ دنیا میں بھی وہ کفر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار پر متفق تھے۔

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَآكَثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا (تم منافقو!) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے تھے وہ زیادہ سخت تم سے قوت میں اور زیادہ تھے مال اور اولاد میں۔

فَاسْتَنْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ

پس فائدہ اٹھایا انہوں نے ساتھ اپنے حصے کے اور فائدہ اٹھایا تم نے بھی ساتھ اپنے حصے کے جیسے فائدہ اٹھایا تھا ان لوگوں نے جو

مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاصُّوْا أَوْلِيَّكَ حَبِطَتْ

تم سے پہلے تھے ساتھ اپنے حصے کے اور تم بھی فضول بحث میں الجھے جیسے وہ فضولیات میں الجھے رہے یہی لوگ ہیں کہ برباد ہو گئے

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَوْلِيَّكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٩٥﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ

ان کے عمل دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ۵ کیا نہیں آئی ان کو خبر

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمُ إِبْرٰهِيْمَ

ان لوگوں کی جو ان سے پہلے ہوئے؟ قوم نوح اور عاد اور ثمود کی اور قوم ابراہیم

وَأَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ

اور مدین والوں اور الہی بستیوں والوں کی آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ پس نہیں ہے اللہ

لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩٦﴾

کہ ظلم کرتا ان پر لیکن تھے وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ۶

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے اے منافقو! تمہارا حال تم جیسے ان منافقین کی مانند ہے جنہوں نے تم سے پہلے نفاق اور کفر کا ارتکاب کیا۔ وہ تم سے زیادہ طاقتور تم سے زیادہ دولت مند اور تم سے زیادہ اولاد والے تھے۔ ان کے لیے جو حظوظ دنیا (دنوی منافع اور حصے) مقدر کئے گئے تھے انہوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے تقویٰ سے روگردانی کی۔ انبیائے کرام کے ساتھ نہایت تحارت اور استخفاف کے ساتھ پیش آئے اور اپنے اور انبیائے کرام کے معاملہ میں ان کا خوب تمسخر اڑایا۔ تم نے بھی دنیا کی لذتوں سے جو تمہارے لئے مقدر کی گئی تھیں، خوب فائدہ اٹھایا جیسے پہلے لوگوں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ تم بھی باطل اور ان منکرات میں ڈوبے ہوئے ہو جن میں تمہارے پیشرو ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے اعمال اکارت گئے اور ان اعمال نے ان کو دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ سراسر خسارے میں رہے۔ تم بھی سوء حال و مآل اور برے انجام میں انہی کی مانند ہو۔ ﴿فَاسْتَبْتِعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ﴾ ”تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا۔“ یعنی اپنے دنیاوی نصیب سے۔ اللہ تعالیٰ کی مراد کو نظر انداز کرتے ہوئے تم نے لذت و شہوت کے پہلو سے دنیا کو استعمال کیا۔ اس نصیب دنیا سے تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مدد لی، تمہارا عزم اور ارادہ ان دنیاوی نعمتوں سے آگے نہ بڑھ سکا، جیسے تم سے پہلے لوگوں نے کیا تھا ﴿وَحُضِّنْتُمْ كَالَّذِي خَاصُوا﴾ ”اور جس طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے اسی طرح تم باطل میں ڈوبے رہے۔“ یعنی تم بھی (پہلو کی طرح) باطل اور جھوٹ میں مستغرق ہو اور حق کو ناکام کرنے کے لیے تم باطل کے ذریعے سے جھگڑتے ہو۔ پس یہ ہیں ان کے اعمال و علوم نصیب دنیا سے استفادہ کرنا اور باطل میں مستغرق رہنا۔ اس لئے یہ بھی عذاب اور ہلاکت کے مستحق ہیں جیسے پہلے لوگ اس ہلاکت کے مستحق ٹھہرے جن کے وہی کرتوت تھے جو ان کے ہیں۔ رہے اہل ایمان اگر انہوں نے دنیاوی نعمتوں میں اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد لینے کے لیے۔ رہے ان کے علوم تو یہ درحقیقت انبیاء و رسل کے علوم ہیں جو تمام مطالب عالیہ میں یقین کی منزل تک پہنچاتے ہیں اور باطل کو سرنگوں کرنے کے لیے حق کے ذریعے سے مجادلہ کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ منافقین کو اس عذاب سے ڈراتا ہے جو ان سے پہلے جھٹلانے والی قوموں پر نازل ہوا تھا۔ جیسے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور المؤمنون تفکات یعنی قوم لوط کی بستیاں ﴿أَتْنَهَم رُسُلَهُم بِالْبَيِّنَاتِ﴾ ”ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے۔“ یعنی ان سب کے پاس ان کے رسول واضح اور روشن حق لے کر آئے جو تمام اشیاء کے حقائق کو بیان کرتا ہے مگر انہوں نے اس حق کو جھٹلایا، تب ان پر وہی عذاب نازل ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ پس تمہارے اعمال بھی ان کے اعمال سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ ”اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا۔“ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی تو یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں

تھا۔ ﴿وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ ”بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا“ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی جسارت کی اس کے رسولوں کی اطاعت نہ کی اور ہر سرکش اور جبار کی بات کے پیچھے لگ گئے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں بعض ان کے دوست ہیں بعض کے حکم دیتے ہیں وہ نیک کام کا وینہون عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ اور روکتے ہیں برے کام سے اور قائم کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ کی وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۷۰ وعدہ کیا ہے اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں ضرور رحم فرمائے گا ان پر اللہ بے شک اللہ ہے بہت زبردست خوب حکمت والا ۝ وعدہ کیا ہے

اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خلدین فیہا ومسکن طیبہ فی جنات عدن ورضوان من اللہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں اور پاکیزہ مکانوں کا ہمیشہ رہنے والے باغوں میں اور رضا مندی اللہ کی

أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۷۱

سب سے بڑھ کر ہوگی یہی ہے کامیابی بہت بڑی ۝

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ منافقین آپس میں ایک ہی ہیں تو یہ بھی واضح فرما دیا کہ اہل ایمان بھی ایک دوسرے کے والی اور مددگار ہیں اور ان کو ایسے اوصاف سے متصف کیا ہے جو منافقین کے اوصاف کی ضد ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ﴾ ”اہل ایمان مرد اور عورتیں“ ﴿بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ ”ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ یعنی محبت، موالات، منسوب ہونے اور مدد کرنے میں باہم والی و مددگار ہیں۔

﴿يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ”وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں“ (المعروف) ہر ایسے کام کے لیے ایک جامع نام ہے

جس کی بھلائی مسلم ہو، مثلاً عقائد حسنہ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ وغیرہ۔ اور نیکی کے اس حکم میں سب سے پہلے

خود داخل ہوتے ہیں۔ ﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ”اور برائی سے روکتے ہیں“ اور ہر وہ کام جو (المعروف) کے

خلاف اور اس کے منافی ہو (المسکر) کے زمرے میں آتا ہے، مثلاً عقائد باطلہ، اعمال خبیثہ اور اخلاق رذیلہ وغیرہ۔

﴿وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔“ یعنی وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول کی اطاعت کا التزام کرتے ہیں۔ ﴿أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم

کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں داخل کرے گا اور انہیں اپنے احسان سے

نوازے گا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ طاقتور اور غالب ہے طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حکمت والا بھی ہے وہ ہر چیز کو اس کے لائق مقام پر رکھتا ہے۔ وہ جو کچھ تخلیق کرتا ہے اور جو کچھ حکم دیتا ہے اس پر اس کی حمد بیان کی جاتی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس ثواب کا ذکر فرماتا ہے جو اس نے اہل ایمان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ”وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں“ ان جنتوں میں ہر نعمت اور ہر فرحت جمع ہے اور وہ تمام تکلیف دہ چیزوں سے بالکل خالی ہیں ان کے محلات گھروں اور درختوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں جو خوبصورت باغات کو سیراب کرتی ہیں۔ ان جنتوں میں جو بھلائیاں ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”اس میں ہمیشہ رہیں گے“ اور وہ کسی اور جگہ منتقل ہونا نہ چاہیں گے۔ ﴿وَمُسْكِنِينَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ﴾ ”اور ستھرے مکانوں کا ہمیشہ کے باغوں میں“ ان مسکنوں کو آراستہ اور خوبصورت بنا کر اللہ تعالیٰ کے متقی بندوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جنت کے نظارے اس کی منازل اور آرام گاہیں بہت خوبصورت ہیں۔ بلند مرتبہ مساکن کے تمام آلات اور ساز و سامان ان کے اندر مہیا کئے گئے ہیں۔ تمنا کرنے والے اس سے بڑھ کر کسی چیز کی تمنا نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے بالا خانے تیار کر رکھے ہیں جو انتہائی خوبصورت اور پاک صاف ہیں۔ جن کے اندر سے باہر کا نظارہ کیا جاسکے گا اور باہر سے اندر دیکھا جاسکے گا۔ پس یہ خوبصورت مساکن اس لائق ہیں کہ نفس ان میں سکون حاصل کریں، دل ان کی طرف کھینچے چلے آئیں اور ارواح ان کی مشاق ہوں، اس لیے کہ وہ جنت عدن میں مقیم ہوں گے اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں سے وہ کوچ کرنا اور کسی دوسری جگہ منتقل ہونا نہیں چاہیں گے۔

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ ”اور اللہ کی رضا مندی“ جو وہ اہل جنت پر نازل فرمائے گا۔ ﴿اَكْبَرُ﴾ ”سب سے بڑی ہوگی“ یعنی ان تمام نعمتوں سے جو ان کو حاصل ہوں گی۔ کیونکہ ان کو حاصل ہونے والی تمام نعمتیں ان کے رب کے دیدار اور اس کی رضا کے بغیر اچھی نہ لگیں گی اور یہ وہ غایت مقصود ہے عبادت گزار جس کا قصد رکھتے ہیں اور یہ وہ منتہائے مطلوب ہے اہل محبت جس کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ پس زمین و آسمان کے رب کی رضا جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ”یہی بڑی کامیابی ہے“ کیونکہ ان کا ہر مطلوب و مقصود حاصل ہوگا۔ ان سے ہر خوف دور ہوگا۔ ان کے تمام معاملات خوبصورت اور خوشگوار ہوں گے..... ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے جود و کرم سے ہمیں بھی ان کی معیت نصیب فرمائے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے! اور سختی کیجئے ان پر! وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۴۱﴾ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی ○ وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ نہیں کہی انہوں نے (کوئی بات) حالانکہ ضرور

قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ أُولَٰئِكَ مَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۴۲﴾

کہی انہوں نے بات کفر کی اور کفر کیا انہوں نے بعد اپنے اسلام کے اور ارادہ کیا تھا انہوں نے اس کا جو وہ حاصل نہ کر سکے اور نہیں نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۴۲﴾

بہتر ان کے لیے اور اگر وہ منہ پھیریں تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب بہت درد ناک

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۴۳﴾ دُنْيَا میں اور آخرت میں اور نہیں ہو گا ان کے لیے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں، بھرپور جہاد۔ ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ اور ان پر سختی کریں۔ جہاں حالات سختی کا تقاضا کریں وہاں سختی کیجیے۔ اس جہاد میں تلوار کا جہاد اور حجت و دلیل کا جہاد سب شامل ہیں۔ پس جو جنگ کرتا ہے اس کے خلاف ہاتھ زبان اور شمشیر و سناں کے ذریعے سے جہاد کیا جائے اور جو کوئی ذمی بن کر یا معاہدہ کے ذریعے سے اسلام کی بالادستی قبول کرتا ہے تو اس کے خلاف دلیل و برہان کے ذریعے سے جہاد کیا جائے۔ اس کے سامنے اسلام کے محاسن اور کفر و شرک کی برائیاں واضح کی جائیں۔ پس یہ تو وہ رویہ ہے جو دنیا میں ان کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ﴿وَ﴾ اور آخرت میں تو ﴿مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ﴾ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، یعنی ان کی جائے قرار جہاں سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔ ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ﴾ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے نہیں کہا اور بے شک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا، یعنی جب انہوں نے اس شخص کی مانند بات کہی تھی جس نے یہ کہا تھا ﴿لِيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ (المنافقون: ۸۱/۶۳) ”عزت دار و ذلیل لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔“ اور وہ باتیں جو دین اور رسول (ﷺ) کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے ایک کے بعد دوسرا کرتا تھا۔ جب ان کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں تو وہ قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت

میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ انہوں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ﴾ ”بے شک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے وہ اسلام لانے کے بعد“ گزشتہ وقت میں ان کے اسلام قبول کرنے نے اگرچہ ان کو ظاہری طور پر دائرہ کفر سے نکال دیا تھا، مگر ان کا یہ آخری کلام اسلام کے متناقض ہے جو انہیں کفر میں داخل کر دیتا ہے۔

﴿وَهُمْ أَيْمَانُكُمْ يَنْتُظَرُونَ﴾ ”اور انہوں نے ایسی چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہیں ملی“ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب انہوں نے غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے منصوبے کے بارے میں آگاہ فرما دیا چنانچہ آپ نے کسی کو حکم دیا اور اس نے ان کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے روک دیا۔ ﴿وَ﴾ ”ان کا حال یہ ہے“ ﴿مَا لَقَبُوا﴾ ”یعنی“ وہ رسول اللہ ﷺ پر صرف اس وجہ سے ناراض ہیں، اور آپ کی عیب جوئی کرتے ہیں ﴿إِلَّا أَنْ أَعْنَاهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کے فضل سے ان کی محتاجی کے بعد ان کو غنی کر دیا،“ یہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ وہ اس ہستی کی اہانت کریں جو ان کو تارکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے اور محتاجی کے بعد غنا کا سبب بنی۔ کیا ان پر اس ہستی کا حق نہیں کہ وہ اس کی تعظیم اور توقیر کریں اور اس پر ایمان لائیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے توبہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِنْ يَتُوبُوا إِلَيْكَ خَيْرٌ أَلَهُمْ﴾ ”پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہے“ کیونکہ توبہ دنیا و آخرت کی سعادت کی اساس ہے۔ ﴿وَإِنْ يَتَوَلَّوْا﴾ ”اور اگر وہ منہ پھیر لیں،“ ”یعنی اگر وہ توبہ اور انابت سے منہ موڑ لیں۔ ﴿يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ”تو عذاب دے گا اللہ ان کو دردناک عذاب دنیا اور آخرت میں“ دنیا میں ان کے لیے عذاب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دین کو فتح و نصرت سے نوازتا ہے اور اپنے نبی ﷺ کو عزت عطا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنا مقصد حاصل نہیں کر پاتے تو حزن و غم کا شکار ہو جاتے ہیں اور آخرت میں ان کو جہنم کا عذاب ملے گا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ﴾ ”اور زمین میں ان کا کوئی دوست نہیں“ جو ان کے معاملات کی سرپرستی کرے اور ان کو ان کے مقصد تک پہنچائے ﴿وَلَا نَصِيرٌ﴾ ”اور نہ کوئی مددگار“ جو تکلیف دہ امور کو ان سے دور کرے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی سے محروم ہو گئے تو پھر شر، خسران، بدبختی اور حرماں نصیبی ہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا اللہ سے البتہ اگر دیا ہمیں اللہ نے اپنے فضل سے تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے

وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا

اور ہو جائیں گے ہم صالحین میں سے ۵۰ پس جب نواز دیا اس نے ان کو اپنے فضل سے تو بخل کیا انہوں نے اس کے ساتھ اور پھر گئے

وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٥٩﴾ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا

اور وہ روگرداں تھے ۵۹ پس سزا دی انہیں اللہ نے نفاق (ڈال کر) ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں گے وہ اس سے بہ سبب ان کے

أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿٦٠﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا

خلاف ورزی کرنے کے اللہ سے اپنے وعدے کی اور بہ سبب اس کے جو تھے وہ جھوٹ بولتے ۶۰ کیا نہیں معلوم انہیں

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٦١﴾

کہ یقیناً اللہ جانتا ہے مجید ان کے اور سرگوشیاں ان کی اور یہ کہ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے غیب کی باتوں کو؟ ۶۱

ان منافقین میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا ﴿لَئِنْ آتَيْنَا مِنْ فَضْلِهِ﴾

”اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں عطا کرے گا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا عطا کر کے اس میں کشادگی پیدا کرے

﴿لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ”تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم نیکو کاروں میں سے ہو جائیں

گے“ پس ہم صلہ رحمی کریں گے مہمان کی مہمان نوازی کریں گے راہ حق میں لوگوں کی مدد کریں گے اور اچھے اور

نیک عمل کریں گے۔ ﴿فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”پس جب دیا ان کو اپنے فضل سے“ تو انہوں نے اس

وعدے کو پورا نہ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا بلکہ ﴿بَخِلُوا بِهِ﴾ ”بخل کیا ساتھ اس کے“ ﴿وَتَوَلَّوْا﴾

اور اطاعت سے منہ موڑ گئے ﴿وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾ ”اور وہ روگردانی کرنے والے تھے“ یعنی بھلائی کی طرف التفات

نہ کرنے والے۔ جب انہوں نے اس عہد کو پورا نہ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو

سزا دی۔ ﴿فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ”پس بطور سزا کر دیا نفاق ان کے دلوں میں“ یعنی ہمیشہ رہنے والا نفاق۔

﴿إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ ”جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں

گے“ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے“

پس بندہ مومن کو اس برے وصف سے بچنا چاہئے کہ اگر اس کو اس کا مقصد حاصل ہو گیا تو وہ فلاں کام کرے گا اس

کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا نہ کرے۔ اس لیے بسا اوقات اللہ تعالیٰ نفاق کے ذریعے سے اس کو

سزا دیتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کو سزا دی۔ ایک صحیح حدیث میں جو کہ صحیحین میں ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو بد عہدی سے کام لے اور

وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔“ ①

پس یہ منافق جس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل سے نواز اتو وہ ضرور

صدقہ کرے گا اور نیک بن جائے گا۔ پس اس نے اپنی بات میں جھوٹ بولا عہد کر کے بد عہدی کی اور وعدہ کر کے

پورا نہ کیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو یہ وعید سنائی جن سے یہ کام صادر ہوا چنانچہ فرمایا ﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید اور ان کا مشورہ اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ان اعمال کی جزا دے گا جنہیں وہ جانتا ہے۔

یہ آیات کریمہ منافقین میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئیں جسے ”ثعلبہ“ کہا جاتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے نواز دے، اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے فضل و کرم سے نواز دیا تو وہ اللہ کے راستے میں صدقہ کرے گا، صلہ رحمی کرے گا اور راہ حق میں خرچ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ اس شخص کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا، وہ ریوڑ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ اسے اس ریوڑ کو لے کر مدینہ منورہ سے باہر جانا پڑا۔ وہ نماز پنجگانہ میں سے کسی اکا دکا نماز میں حاضر ہوتا تھا پھر اور دور چلا گیا یہاں تک کہ وہ صرف جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا تھا۔ جب بکریاں بہت زیادہ ہو گئیں تو وہ اور دور چلا گیا اور اس نے جماعت اور جمعہ دونوں میں حاضر ہونا بند کر دیا۔

پس جب وہ رسول اللہ ﷺ کو نظر نہ آیا اور آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ کو اس کے حال کے بارے میں آگاہ کیا گیا۔ آپ نے کسی کو اس کے گھر صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا۔ وہ ثعلبہ کے پاس آیا۔ ثعلبہ نے کہا ”یہ تو جزیہ ہے، یہ تو جزیہ کی بہن ہے“..... پس اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، زکوٰۃ کے تحصیل دار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو تمام امور سے آگاہ کیا آپ نے تین بار فرمایا (یا وَیْحَ ثَعْلَبَةُ) ”افسوس ثعلبہ کے لئے ہلاکت ہے“۔ جب اس کے بارے میں اور اس جیسے دیگر لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اس کے گھر والوں میں سے کوئی شخص اس کے پاس گیا اور اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بارے میں آگاہ کیا۔ چنانچہ وہ زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر آپ نے وہ زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ زکوٰۃ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر انہوں نے بھی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مر گیا۔^①

① ثعلبہ کا یہ واقعہ بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کو ماہر نقاد محمد شین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسے امام ابن حزم بیہقی، قرطبی، بیہقی، عراقی، ابن حجر سیوطی اور امام مناوی رحمہم نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

اس قصے کی سند میں علی بن یزید، معان بن رفاعہ اور قاسم بن عبد الرحمن ضعیف راوی ہیں اور ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو متن کے اعتبار سے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: المحلی (۲۰۸/۱۱) الاصابة: ترجمة ثعلبة، مجمع الزوائد

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں فراخ دلی سے خیرات کرنے والے مومنوں پر (ان کے) صدقات میں اور ان پر جو

لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ

نہیں پاتے سوائے اپنی (تھوڑی سی) محنت مزدوری کے اور ٹھٹھا کرتے ہیں ان سے، ٹھٹھا کرے گا اللہ بھی ان سے اور ان کے لیے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۹۰ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

عذاب ہے دردناک (برابر ہے) آپ مغفرت مانگیں ان کے لیے یا نہ مغفرت مانگیں ان کے لیے اگر آپ مغفرت مانگیں گے ان کے لیے

سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ستر مرتبہ بھی تو ہرگز نہیں بخشے گا اللہ ان کو یہ اس لیے کہ بے شک انہوں نے کفر کیا ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝۹۱

اور اللہ نہیں ہدایت دیتا نافرمان لوگوں کو ○

یہ بھی منافقین کی رسوائی کا باعث بننے والی باتوں میں سے ہے..... اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے..... وہ اسلام اور مسلمانوں کے امور میں کوئی ایسی چیز دیکھتے جس پر زبان طعن دراز کر سکتے ہوں تو وہ ظلم و تعدی سے کام لیتے ہوئے طعن و تشنیع کرنے سے باز نہ آتے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اہل ایمان کو صدقات کی ترغیب دی تو مسلمانوں نے نہایت تیزی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور ان میں سے ہر امیر و غریب نے اپنے حسب حال اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کیا۔ پس منافقین دولت مند مسلمانوں پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ وہ صرف ریاء اور شہرت کی خاطر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور کم حیثیت مسلمانوں سے کہتے ”اللہ تعالیٰ اس صدقہ سے بے نیاز ہے.....“ تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿الَّذِينَ يَلْمِزُونَ﴾ ”جو عیب جوئی اور طعن کرتے ہیں“ ﴿الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ﴾ ”ان مومنوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں (ان کے) صدقات میں“ پس کہتے ہیں کہ یہ ریاکار ہیں۔ صدقہ کرنے سے ان کا مقصد صرف ریاکاری اور فخر کا اظہار ہے۔ ﴿و﴾ ”اور“۔ وہ ان لوگوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں ﴿الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ ”جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے“ پس وہ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کے راستے میں (تھوڑا سا) مال نکالتے ہیں۔ ان کے

﴿۳۲/۷﴾ الجامع لأحكام القرآن (۲۱۰/۸)؛ فیض القدیر (۲۵۷/۴) فتح الباری (۸/۳)؛ لباب النقول

للسبوطی (۱۲۱) و تخريج الإحياء للعراقي (۳۳۸/۳) (از محقق)

اس لیے اس سے حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ کو مراد لینا درست نہیں ہے۔ اس آیت میں بھی دراصل منافقین

ہی کے کردار کے ایک نمونے کا بیان ہے۔ (ص۔ ی)

بارے میں یہ منافقین کہتے ”اللہ تعالیٰ ان کے صدقات سے بے نیاز ہے۔“ ﴿فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ﴾ اس طرح وہ ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔“ ان کے تمسخر کے مقابلے میں ان کے ساتھ تمسخر کیا گیا ﴿سَخَّرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”اللہ نے ان سے تمسخر کیا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے“ کیونکہ انہوں نے اپنے اس کلام میں متعدد ایسے امور اکٹھے کر دیئے جن سے بچنا ضروری تھا۔

(۱) وہ مسلمانوں کے احوال کی تلاش میں رہتے تھے انہیں یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی کوئی ایسی بات پائیں جس پر یہ اعتراض اور نکتہ چینی کر سکیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ۱۹/۲۴) ”جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

(۲) وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور اسلام کے ساتھ بغض کی وجہ سے اہل ایمان پر ان کے ایمان کی وجہ سے زبان طعن دراز کرتے رہتے تھے۔

(۳) طعنہ زنی اور چغل خوری کرنا حرام ہے، بلکہ دنیاوی امور میں یہ کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے اور نیکی کے کام میں طعنہ زنی تو سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۴) جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کے بارے میں مناسب یہ ہے کہ نیکی کے اس کام میں اس کی اعانت اور اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، مگر ان منافقین کا مقصد تو صرف اسے نیکی کے کاموں سے باز رکھنا اور اس کی عیب جوئی کرنا تھا۔

(۵) اللہ کے راستے میں مال کثیر خرچ کرنے والے کے بارے میں ان کا یہ فیصلہ کہ وہ ریاکار ہے سخت غلطی، غیب دانی کا دعویٰ اور اٹکل پچو ہے اور اس سے بڑی اور کون سی برائی ہو سکتی ہے؟

(۶) قلیل مقدار میں صدقہ کرنے والے کی بابت ان کا یہ کہنا ”اللہ تعالیٰ اس صدقہ سے بے نیاز ہے۔“

ایک ایسا کلام ہے جس کا مقصود باطل ہے، کیونکہ صدقہ خواہ قلیل ہو یا کثیر اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے صدقہ سے مستغنی ہے، بلکہ وہ زمین اور آسمان کے تمام رہنے والوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تبارک و

تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسے امور کا حکم دیا ہے جن کے وہ خود محتاج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ..... اگرچہ ان سے بے نیاز ہے، لیکن لوگ تو اس کے محتاج ہیں..... فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

خَيْرًا يَرَهُ﴾ (الزلزال: ۷/۹۹) ”پس جو ذرہ بھر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ چنانچہ ان کے اس

قول میں نیکی سے باز رہنے کی جو ترغیب ہے، وہ بالکل ظاہر اور بین ہے، لہذا ان کی جزایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان کے ساتھ تمسخر کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً ﴾ ”آپ ان کے لئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں گے“ ستر مرتبہ کا لفظ مبالغہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ اس کا مفہوم مخالف نہیں ہے ﴿ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴾ ”تب بھی اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴾ (المنافقون: ۶۱/۶۳) ”ان کے لئے برابر ہے آپ ان کے لئے مغفرت مانگیں یا نہ مانگیں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا“۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر کیا ہے جو ان کی مغفرت سے مانع ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ ذَلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ﴾ ”یہ اس واسطے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا“ اور کافر جب تک اپنے کفر پر قائم ہے اسے کوئی استغفار کام دے سکتا ہے نہ کوئی نیک عمل۔ ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ”اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ یعنی فسق جن کا وصف بن چکا ہے جو فسق و فجور کے سوا کوئی اور چیز نہیں چن سکتے، جو اس کا بدل نہیں چاہتے۔ ان کے پاس واضح حق آتا ہے مگر یہ اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ سزا دیتا ہے کہ وہ اس کے بعد ان کو توفیق سے محروم کر دیتا ہے۔

فَرَحَ الْمَخَلَّفُونَ بِسُقُوعِهِمْ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا اَنْ يُجَاهِدُوا
خوش ہوئے وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے اپنے بیٹھ رہنے پر بعد (جانے) رسول اللہ کے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ جہاد کریں
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ
ساتھ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے اللہ کی راہ میں اور کہا انہوں نے نہ کوچ کرو تم (اس) گرمی میں کہہ دیجئے!
نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّ لِيَبْكَوْا
آگ جہنم کی (اس سے بھی) زیادہ سخت ہے گرمی میں اگر ہوں وہ سمجھتے ہیں چاہیے کہ نہیں وہ تھوڑا اور روئیں
كَثِيرًا ۚ جَزَاءُ ۙ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ رَجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَائِفَةٍ
زیادہ بدلے میں ان (علموں) کے جو تھے وہ کماتے ہیں اگر واپس لے آئے آپ کو اللہ کسی گروہ کی طرف
مِّنْهُمْ فَاَسْتَاذِنُوْكَ لِخُرُوجٍ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ
ان (منافقین) میں سے اور اجازت مانگیں وہ آپ سے نکلنے کی تو کہہ دیجئے! ہرگز نہ نکلے گے تم میرے ساتھ کبھی بھی اور نہ
تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۙ اِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُوْدِ
لڑو گے میرے ساتھ (مل کر) دشمن سے بیٹھ کر تم راضی ہو گئے تھے بیٹھ رہنے پر

اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاَقْعُدُوا مَعَ الْخُلَفَاءِ ﴿۸۳﴾

پہلی مرتبہ سو بیٹھو (اب بھی) پیچھے رہنے والوں کے ساتھ

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کا ان کے پیچھے رہ جانے پر تکبر اور فرحت کا اظہار کرنے اور اس پر ان کی لاپرواہی کو بیان کرتا ہے، جو ان کے عدم ایمان اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿قَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِ هَمْ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ”خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے“

رسول اللہ سے جدا ہو کر، یہ خوش ہونا، پیچھے رہ جانے پر ایک قدر زائد ہے، کیونکہ جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنا حرام ہے اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ وہ معصیت کے اس فعل پر خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ ﴿وَكِرْهُوَ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اور وہ گھبرائے اس بات سے کہ لڑیں اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں“ اور اہل ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے، وہ اگر پیچھے رہ جائیں..... خواہ اس کا سبب کوئی عذر ہی کیوں نہ ہو..... تو اپنے پیچھے رہ جانے پر سخت غمگین ہوتے ہیں، وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں، کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان موجزن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کی امید رکھتے ہیں۔

﴿وَقَالُوا﴾ یعنی منافقین کہتے ہیں: ﴿لَا تَنْفَرُوا فِي الْحَرِّ﴾ ”نہ کوچ کرو گرمی میں“، یعنی وہ کہتے ہیں گرمی کے موسم میں جہاد کے لیے باہر نکلنا ہمارے لئے مشقت کا باعث ہے۔ پس انہوں نے مختصر سی عارضی راحت کو ہمیشہ رہنے والی کامل راحت پر ترجیح دی۔ وہ اس گرمی سے گھبرائے جس سے سایہ میں بیٹھ کر بچا جاسکتا ہے جس کی شدت صبح و شام کے اوقات میں کم ہو جاتی ہے اور اس شدید ترین گرمی کو اختیار کر لیا جس کی شدت کو کوئی شخص برداشت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ ہے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ﴾ ”کہہ دیجئے! جہنم کی آگ، کہیں زیادہ سخت گرم ہے، اگر وہ سمجھتے، کیونکہ انہوں نے فانی چیز کو ہمیشہ باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دی اور انہوں نے نہایت ہی خفیف اور ختم ہو جانے والی مشقت سے فرار ہو کر دائمی مشقت کو اختیار کر لیا۔ ﴿فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا﴾ ”پس ہنسیں وہ تھوڑا اور روئیں زیادہ“، یعنی اس ختم ہو جانے والی دنیا سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ اس کی لذات سے فرحت حاصل کریں اور اس کے کھیل کود میں مگن ہو کر غافل ہو جائیں وہ عنقریب دردناک عذاب میں خوب روئیں گے ﴿جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ”بدلہ اس کا جو کماتے تھے“ انہوں نے کفر، نفاق اور اپنے رب کے احکام کی عدم اطاعت پر مبنی افعال سرانجام دیئے تھے یہ ان کی جزا ہے۔

﴿فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ”پھر اگر لے جائے اللہ آپ کو ان میں سے کسی فرقے کی طرف“ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی عذر کے بغیر پیچھے بیٹھ رہے تھے اور پھر اپنے پیچھے رہ جانے پر انہیں کوئی حزن و ملال نہ تھا ﴿فَاسْتَأْذِنُوا لَكُمْ لِيُخْرِجَ﴾ ”پس وہ اجازت چاہیں آپ سے نکلنے کی“، یعنی جب وہ کسی اور

غزوہ میں سہولت دیکھیں تو جہاد کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں۔ ﴿فَقُلْ﴾ ”تو ان سے کہئے“ یعنی سزا کے طور پر۔ ﴿لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا﴾ ”تم ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ ﴿إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخُلَفَاءِ﴾ ”تم نے پسند کیا تھا بیٹھ رہنا پہلی مرتبہ پس بیٹھے رہو تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ“ یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (الأنعام: ۱۱۰، ۱۶) ”ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو الٹ دیں گے (اور) جیسے یہ قرآن پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے تھے (اب بھی نہیں لائیں گے)۔“ کیونکہ وہ شخص جو فرصت کے اوقات میں احکام کی بجا آوری میں سستی سے پیچھے رہ جاتا ہے تو اس کے بعد اس کو ان احکام کی تعمیل کی توفیق عطا نہیں ہوتی، چنانچہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ان کے لیے تعزیر بھی ہے، کیونکہ جب مسلمانوں کے نزدیک یہ چیز متحقق ہوگئی کہ یہ لوگ اپنی نافرمانی کی بنا پر جہاد کی توفیق سے محروم کر دیئے گئے ہیں تو یہ چیز ان لوگوں کے لئے بھی زجر و توبیخ، عار اور عبرت کا باعث ہوگی جو ان کی طرح اس حرکت کا ارتکاب کریں گے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ

اور نہ نماز پڑھیں آپ اوپر کسی کے ان میں سے جو مر جائے، کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بیشک انہوں نے کفر کیا ساتھ اللہ

وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۷﴾

اور اس کے رسول کے اور مرے وہ اس حال میں کہ وہ نافرمان تھے ○

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ﴾ ”اور آپ نہ نماز پڑھیں ان میں سے کسی پر جو مر جائے“ منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے ﴿وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ ”اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر“ دفن کرنے کے بعد تاکہ آپ اس کے حق میں دعا کریں، کیونکہ ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے لیے دعا کرنا آپ ﷺ کی طرف سے ان کی شفاعت ہے اور شفاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ ﴿إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ﴾ ”بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ مرے نافرمان“ اور جو کافر ہے اور کفری کی حالت میں مر گیا تو کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت اس کے کام نہ آئے گی۔ اس آیت کریمہ میں دوسروں کے لیے عبرت اور زجر و توبیخ ہے۔ اسی طرح ہر اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جس کا کفر اور نفاق معلوم ہو۔

نیز آیت کریمہ میں اہل ایمان کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے لیے دعا مانگنے کی مشروعیت کی دلیل ہے جیسا کہ اہل ایمان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ تھا، کیونکہ منافقین کے بارے

میں اللہ تعالیٰ کی یہ تنقید دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کے بارے میں یہ چیز متحقق اور جائز ہے۔

وَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا

اور نہ حیرت میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد بے شک چاہتا ہے اللہ کہ عذاب دے ان کو ان کی وجہ سے

فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۵﴾

دنیا میں اور نکلیں ان کی جانیں اس حال میں کہ وہ کافر ہی ہوں ○

اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور اولاد سے نواز رکھا ہے اس سے دھوکہ نہ کھائیے، کیونکہ یہ مال اور اولاد ان کی نکریم کے لیے نہیں، یہ ان کی تحقیر اور اہانت کے لیے ہے۔ فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا﴾ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ ان کو ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں عذاب میں رکھے، پس وہ اس کے حصول کے پیچھے لگے رہتے ہیں اس کے زوال سے خائف رہتے ہیں اور وہ اس مال سے لطف نہیں اٹھا سکتے بلکہ وہ مال کے حصول میں تکالیف اور مشقتیں برداشت کرتے رہتے ہیں مال اور اولاد ان کو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ ﴿وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں، مال اور اولاد کی محبت نے ان سے ہر چیز سلب کر لی، ان کو موت نے آلیا تو ان کے دل ابھی تک دنیا سے چمٹے ہوئے تھے اور ان کے ذہن ابھی تک اس کے لیے سرگرم تھے۔

وَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو ساتھ (مل کر) اسکے رسول کے تو اجازت مانگتے ہیں آپ سے

أُولَؤَالِ الظُّلُمِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْفَاعِدِينَ ﴿۸۶﴾ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا

مقدور و لسان میں سے اور کہتے ہیں چھوڑ دیجئے ہمیں کہ ہو جائیں ہم ساتھ بیٹھنے والوں کے ○ راضی ہو گئے وہ اس پر کہ ہو جائیں وہ

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۸۷﴾

ساتھ پیچھے رہنے والی عورتوں کے اور مہر لگا دی گئی دلوں پر پس وہ نہیں سمجھتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقین کی دائمی کاہلی اور نیکیوں سے ان کے دائمی گریز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے نیز آگاہ فرماتا ہے کہ سورتیں اور آیات ان کے رویے پر کوئی اثر نہیں کرتیں، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ﴾ اور جب اترتی ہے کوئی سورت، جس میں ان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہو ﴿اسْتَأْذَنَكَ أُولَؤَالِ الظُّلُمِ مِنْهُمْ﴾ ”تو رخصت مانگتے ہیں ان کے صاحب حیثیت لوگ، یعنی دولت مند اور مال دار لوگ جنہیں کسی قسم کا عذر نہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال اور بیٹوں سے نواز رکھا ہے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر

اور اس کی تعریف نہیں کرتے اور واجبات کو قائم نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کر دیا ہے اور ان پر اپنا معاملہ سہل کر دیا ہے؟ مگر وہ سستی اور کاہلی کا شکار رہے اور پیچھے بیٹھ رہنے کی اجازت مانگتے رہے۔ ﴿وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ﴾ ”اور وہ کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دو! ہو جائیں ہم (پیچھے) بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ۔“
 ﴿رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ ”وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ“ وہ کیوں کر اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ان خواتین کے ساتھ پیچھے گھروں میں بیٹھ رہیں جو جہاد کے لیے نہیں نکلیں۔ کیا ان کے پاس کوئی عقل اور سمجھ ہے جو اس پر ان کی راہ نمائی کرے؟ ﴿وَضَبَّ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ ”ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔“ پس وہ کسی بھلائی کو یاد نہیں رکھ سکتے اور ان کے دل ان افعال کے ارادے سے خالی ہیں جو خیر و فلاح پر مشتمل ہیں۔ پس وہ اپنے مصالح و مفاد کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ حقیقی سمجھ رکھتے ہوتے تو وہ اپنے لئے اس صورت حال پر کبھی راضی نہ ہوتے۔ جس نے ان کو جواں مردوں کے مقام سے نیچے گرا رکھا ہے۔

لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
 لِيَكُنَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۸۹﴾ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۹۰﴾

کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: جب یہ منافقین جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے۔ اس کی مخلوق میں اس کے ایسے خاص بندے ہیں جن کو اس نے اپنے فضل سے خاص طور پر نوازا ہے وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور وہ ہیں ﴿الرُّسُولُ﴾ رسول مصطفیٰ ﷺ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ ”اور وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور جہاد کیا انہوں نے آپ کے ساتھ اپنے مالوں اور جانوں سے۔“ وہ کامل ہیں نہ سست بلکہ وہ فرحاں اور بشارت حاصل کرنے والے ہیں۔ ﴿وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (دنیا و آخرت) کی بے شمار بھلائیاں ہیں۔“ ﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔“ جو بلند ترین مطالب اور کامل ترین مرغوبات کے حصول میں کامیاب ہیں۔ ﴿اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ”تیار کئے ہیں اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی ہے بڑی کامیابی“ ہلاکت ہے ایسے شخص کے لیے جو ان امور میں رغبت نہیں رکھتا جن میں اہل جنت

رغبت رکھتے ہیں اور وہ اپنے دین اور دنیا و آخرت میں خسارے میں پڑنے والا شخص ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نظیر ہے ﴿قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۷/۱۷) ”کہہ دیجئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب کا علم دیا گیا ہے جب ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نظیر ہے ﴿فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ﴾ (الانعام: ۸۹/۶) ”اگر یہ کفار ان باتوں کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان باتوں پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو اس کا انکار کرنے والے نہیں۔“

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ
اور آئے بہانہ کرنے والے دیہاتیوں میں سے تاکہ اجازت دی جائے ان کو اور بیٹھ گئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ
وَرَسُولُهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ ۙ لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ
اور اسکے رسول سے عذریہ پہنچے گا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب بہت دردناک ۙ نہیں ہے ضعیفوں پر
وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرْجٌ إِذَا نَصَحُوا
اور نہ بیماروں پر اور نہ اوپر ان لوگوں کے جو نہیں پاتے وہ چیز کہ خرچ کریں کوئی گناہ (پیچھے رہنے میں) جب کہ خیر خواہی کرتے ہیں وہ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۙ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۙ ۙ
اللہ کی اور اسکے رسول کی نہیں ہے سبکی کرنے والوں پر (گرفت کرنے کی) کوئی راہ اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۙ
وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ
اور نہ ان لوگوں پر کہ جب آئے وہ آپ کے پاس تاکہ سواری دیں آپ انہیں تو آپ نے کہا نہیں پاتا میں ایسی چیز کہ سوار کروں میں تم کو
عَلَيْهِمْ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا
اس پر تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ
مَا يَنْفِقُونَ ۙ ۙ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ
خرچ کریں ۙ بے شک (گرفت کی) راہ تو اوپر ان لوگوں کے ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ
أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ
مال دار ہیں وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ ہو جائیں وہ ساتھ پیچھے رہنے والی عورتوں کے اور مہر لگا دی اللہ نے اوپر ان کے دلوں کے
فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۙ ۙ

پس وہ نہیں جانتے ۙ

﴿وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ﴾ ”اور آئے بہانے کرنے والے گنوار، تاکہ ان کو رخصت مل جائے“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے سستی کی اور جہاد کے لیے نکلنے سے قاصر رہے، اس لئے آئے کہ انہیں ترک جہاد کی اجازت مل جائے۔ انہیں اپنی جفا، عدم حیا اور اپنے کمزور ایمان کی بنا پر معذرت کرنے کی بھی پروا نہیں..... اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا، انہوں نے اعتذار کو بالکل ہی ترک کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد ﴿الْمُعَذِّرُونَ﴾ ”عذر کرنے والے“ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہوں جو کوئی حقیقی عذر رکھتے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تاکہ آپ ان کی معذرت قبول فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول فرمالیا کرتے تھے۔ ﴿وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ اور اس کے رسول سے“ یعنی جنہوں نے اپنے دعوائے ایمان میں جو جہاد کے لیے نکلنے کا تقاضا کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ان کے عمل نہ کرنے میں اللہ اور رسول سے جھوٹ بولا۔ پھر ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”اب پہنچے گا ان کو جو کافر ہیں ان میں دردناک عذاب“ دنیا و آخرت میں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معذرت پیش کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جو شرعی طور پر معذور ہیں۔

(۲) جو شرعی طور پر غیر معذور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے معذور لوگوں کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ﴾ ”نہیں ہے (حرج) کمزوروں پر“۔ جو کمزور جسم اور کمزور نظر والے ہیں جو جہاد کے لیے باہر نکلنے اور دشمن سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿وَلَا عَلَى الْمَرْضَى﴾ ”اور نہ بیماروں پر“ یہ آیت ان تمام امراض کو شامل ہے جن کی بنا پر مریض جہاد اور قتال کے لیے باہر نہیں نکل سکتا، مثلاً لنگڑاپن، اندھا پن، بخار، نمونیہ اور فالج وغیرہ۔ ﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ﴾ ”اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے“ یعنی ان کے پاس زاد راہ ہے نہ سواری جس کے ذریعے سے منزل مطلوب پر پہنچ سکیں۔ پس ان مذکورہ لوگوں کے لیے کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی رکھتے ہوں، صادق الایمان ہوں، ان کی نیت اور ان کا عزم یہ ہو کہ اگر وہ جہاد پر قادر ہوئے تو وہ ضرور جہاد کریں گے اور ایسے کام کرتے ہوں جن پر وہ قدرت رکھتے ہیں مثلاً لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینا اور جہاد کے لیے ان کا حوصلہ بڑھانا۔ ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ﴾ ”نیکی کرنے والوں پر کوئی راستہ نہیں“، یعنی ایسا راستہ جس سے نیکی کرنے والوں کو کوئی ضرر پہنچے، کیونکہ انہوں نے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بھلائی سے کام لے کر ملامت کو ساقط کر دیا۔ بندہ مومن جس چیز پر قادر ہے جب اس میں اچھی کارکردگی دکھاتا

ہے تو اس سے وہ امور ساقط ہو جاتے ہیں جن پر وہ قادر نہیں۔ اس آیت کریمہ سے اس شرعی قاعدہ پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جو کوئی کسی دوسرے شخص پر اس کی جان اور مال وغیرہ میں احسان کرتا ہے پھر اس احسان کے نتیجے میں کوئی نقصان یا اتلاف واقع ہو جاتا ہے تو اس احسان کرنے والے پر کوئی ضمان نہیں۔ کیونکہ وہ محسن ہے اور محسن پر کوئی گرفت نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ غیر محسن..... جو کام کو عمدہ طریقے سے انجام نہ دے اس کی حیثیت کوتاہی کرنے والے کی ہوگی اس لئے اس پر ضمان عائد کیا جائے گا۔

﴿وَاللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ﴾ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور بے پایاں رحمت ہی ہے کہ اس نے قدرت نہ رکھنے والے بے بس لوگوں کو معاف کر دیا ہے اور ان کی نیت کے مطابق ان کو وہ ثواب عطا کرتا ہے جو وہ قدرت نہ رکھنے والوں کو عطا کرتا ہے۔

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ﴾ اور نہ ان پر کوئی حرج ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں تا کہ آپ ان کو سواری دیں“ مگر انہوں نے آپ کے پاس کوئی چیز نہ پائی ﴿قُلْتَ﴾ اور آپ نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا: ﴿لَا أَحَدٌ مَّا أَحْبَبْتُكُمْ عَلَيْهِ تَوَكَّلُوا وَاعْيُنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ﴾ میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ میں تم کو اس پر سوار کراؤں تو وہ اٹنے پھرے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اس غم میں کہ وہ خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے“ کیونکہ وہ عاجز“ بے بس اور اپنی جان کو خرچ کرنے والے ہیں۔ وہ انتہائی حزن و غم اور مشقت میں مبتلا ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے کوئی حرج اور گناہ نہیں جب ان سے گناہ ساقط ہو گیا تو معاملہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گیا یعنی جو کوئی بھلائی کی نیت کرتا ہے اور اس کی اس نیت جازمہ کے ساتھ مقدور پھر اس کی کوشش بھی مقرون ہوتی ہے اس کے باوجود وہ اس فعل کو بجالانے پر قادر نہیں ہوتا تو اس کو فاعل کامل ہی شمار کیا جائے گا۔

﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ﴾ ”الزام تو“ یعنی گناہ اور ملامت تو ﴿عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ﴾ ”ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور پھر بھی آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔“ یعنی جو جہاد کے لیے نکلنے پر قادر ہیں اور ان کے پاس کوئی عذر نہیں۔ ﴿رَضُوا﴾ ”وہ خوش ہیں۔“ یعنی اپنے دین اور اپنی ذات کے بارے میں ﴿بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ ”یہ کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ گھروں میں رہیں۔“ ﴿و﴾ ”اور“ ان کا اس حال پر راضی رہنا اس وجہ سے تھا کہ ﴿طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ ”اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔“ اس لئے ان کے اندر کوئی بھلائی داخل نہیں ہو سکتی اور وہ اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کو محسوس نہیں کرتے ﴿فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”پس وہ نہیں جانتے۔“ کہ یہ اس گناہ کی سزا ہے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا ہے۔